جلد ۱۸ ظہور ۱۳۵۶ ہش شمارہ ۸
اگست ۱۹۷۷ء

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ اشتراک
پاکستان — دس روپے
بیرونی ممالک ہوائی ڈاک — اسی روپے
بیرونی ممالک بحری ڈاک — چالیس روپے

قیمت پرچہ ھذا — ایک روپیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَأمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

ظہور ۱۳۵۶ ہش
اگست ۱۹۷۷ء
شعبان ۱۳۹۷ھ

ایڈیٹر
سید عبدالحی

قیمت سالانہ
دس روپے

فی پرچہ
ایک روپیہ

فہرست مضامین

پبلشر ... چوہدری محمد ابراہیم
مطبع ... ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت ... دفتر ماہنامہ انصار اللہ دارالصدر جنوبی ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۱۸ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۸

ظہور ۱۳۵۶ ہش

رمضان المبارک

فرضیت صیام —

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ (البقرہ ۱۸۴)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر بھی روزوں کا رکھنا (اسی طرح) فرض کیا گیا ہے۔ جس طرح ان لوگوں پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ تا کہ تم (روحانی اور اخلاقی کمزوریوں سے) بچو۔

آداب صیام — آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات

۱۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الصیام جُنّۃ، فلا یرفث ولا یجھل، وان امرؤ قاتلہ اوشاتمہ فلیقل انی صائم مرتین والذی نفسی بیدہ لخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسک، یترک طعامہ وشرابہ و شھوتہ من اجلی، الصیام لی وانا اجزی بہ والحسنۃ عشر

امثالھا - (بخاری کتاب الصوم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ روزہ ڈھال ہے۔ پس چاہیئے (کہ روزہ دار) فضول اور جہالت کی باتیں نہ کرے ـــ اور اگر کوئی شخص اس سے لڑے یا گالی دے تو اس کو دو دفعہ کہہ دے۔ کہ بھائی میں تو روزے سے ہوں ـــ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ روزہ دار کے منہ کی بو خدا تعالےٰ کے نزدیک نافہ کی خوشبو سے زیادہ اچھی ہوتی ہے۔ (خدا تعالےٰ فرماتا ہے) کہ روزہ دار محض میری خاطر اپنا کھانا اپنا پینا اور اپنی خواہشات ترک کرتا ہے۔ (خدا تعالےٰ فرماتا ہے) روزہ میرے لئے ہوتا ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ اور یاد رہے نیکی کا بدلہ دس گنا ہوتا ہے۔

۲۔ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ (بخاری)

جس شخص نے ایمان اور (خدا تعالےٰ کے سامنے) جواب دہی کے احساس کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے اس کے سب پہلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

۳۔ مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ (بخاری کتاب الصوم)

جو شخص جھوٹ اور اس پر عمل نہ چھوڑے تو اللہ تعالےٰ کو اس کی قطعاً ضرورت نہیں کہ ایسا شخص (روزہ رکھ کر) اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔

۴۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرَ شَدَّ مِئْزَرَهٗ وَاَحْيَا لَيْلَهٗ وَاَيْقَظَ اَهْلَهٗ (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم عبادات کے لئے اپنی کمر کس لیتے۔ راتوں کو زندہ کرتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگا دیتے تھے۔

۵۔ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَكَانَ اَجْوَدُ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نیکی کرنے میں تمام لوگوں سے زیادہ دریا دل واقع ہوئے تھے اور رمضان میں تو آپ کی دریا دلی اور سخاوت بہت ہی بڑھ جاتی تھی

—(کلماتِ طیّبات حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام)—

روزے تزکیۂ نفس اور تنویرِ قلب کا ایک اہم ذریعہ ہیں

"شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ" سے ماہِ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ صوفیوں نے اس مہینے کو تنویرِ قلب کے لئے عمدہ لکھا ہے اس میں کثرت سے مکاشفات ہوتے ہیں۔ نماز تزکیۂ نفس کرتی ہے اور روزے سے تجلّیِ قلب ہوتی ہے۔ تزکیۂ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفسِ امّارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جائے۔ اور تجلّیِ قلب سے مکاشفات ہوتے ہیں جن سے مومن خدا کو دیکھ لیتا ہے۔ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰن میں یہی اشارہ ہے۔ بے شک روزہ کا اجر عظیم ہے مگر امراض اور اغراض اس نعمت سے محروم کر دیتے ہیں۔

عبادات دو قسم کی ہوتی ہیں۔ عبادات مالی اور بدنی۔ مالی عبادتیں تو اس کے لئے ہیں جس کے پاس مال ہو اور جس کے پاس مال نہیں وہ معذور ہے۔ بدنی عبادتیں بھی انسان جوانی میں کر سکتا ہے ورنہ ساٹھ سال کے بعد طرح طرح کے عوارض لاحق ہو جاتے ہیں۔ نزول الماء وغیرہ شروع ہو کر نابینائی آجاتی ہے۔ یہ سچ ہے پیری و صد عیب۔ چنیں گفتہ اند۔ اور جو کچھ انسان جوانی میں کر لیتا ہے اس کی برکت بڑھاپے میں بھی ہوتی ہے۔ اور جس نے جوانی میں کچھ نہیں کیا اسے بڑھاپے میں بھی صدہا رنج برداشت کرنے پڑتے ہیں ؎ موئے سفید از اجل آرد پیام۔ اس لئے انسان کو چاہیئے کہ حسبِ استطاعت خدا کے فرض بجا لاوے۔ روزہ کے بارے میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ کہ اگر تم روزہ رکھ ہی لیا کرو تو اس میں تمہارے لئے بڑی خیر ہے۔

ایک بار میرے دل میں آیا کہ یہ فدیہ کس لئے مقرر ہے تو معلوم ہوا کہ یہ اس لئے ہے کہ اس سے روزہ کی توفیق ملے۔ خدا ہی کی ذات ہے جو توفیق عطا کرتی ہے۔ اور ہر شے خدا ہی سے طلب کرنی چاہیئے۔ وہ قادرِ مطلق ہے وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی طاقت روزہ کی عطا کر سکتا ہے۔ اس لئے مناسب ہے کہ ایسا انسان جو دیکھے کہ روزہ سے محروم رہا جاتا ہے دعا کرے کہ الٰہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے۔ میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال رہوں یا نہ رہوں۔ ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ۔ اس لئے

اس سے توفیق طلب کرے۔ مجھے یقین ہے کہ ایسے قلب کو خدا طاقت بخش دے گا۔"

"جو شخص روزہ سے محروم رہتا ہے مگر اس کے دل میں یہ نیت بھی درد دل سے تھی کہ کاش میں تندرست ہوتا اور روزہ رکھتا اور اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے اس کے لئے روزے رکھیں گے بشرطیکہ وہ بہانہ جو نہ ہو تو خدا تعالیٰ اسے ہرگز ثواب سے محروم نہ رکھے گا۔ یہ ایک باریک امر ہے کہ اگر کسی شخص پر اپنے نفس کے کسل کی وجہ سے روزہ گراں ہے۔ اور وہ اپنے خیال میں گمان کرتا ہے کہ میں بیمار ہوں اور میری صحت ایسی ہے کہ اگر ایک وقت نہ کھاؤں تو فلاں فلاں عوارض لاحق ہونگے اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا۔ تو ایسا آدمی جو خدائی نعمت کو خود اپنے اوپر گراں گمان کرتا ہے۔ کب اس ثواب کا مستحق ہوگا۔ ہاں وہ شخص جس کا دل اس بات سے خوش ہے کہ رمضان آگیا اور اس کا منتظر ہی تھا کہ آوے اور روزہ رکھوں۔ اور پھر بوجہ بیماری کے رکھ نہیں سکتا۔ تو وہ آسمان پر روزہ سے محروم نہیں ہے۔ اس دنیا میں بہت لوگ بہانہ جو ہیں۔ اور وہ خیال کرتے ہیں کہ جیسے ہم اہل دنیا کو دھوکہ دے لیتے ہیں، ویسے ہی خدا کو فریب دے لیں گے۔ بہانہ جو اپنے وجود سے آپ مسئلہ تراش لیتے ہیں اور تکلفات کو شامل کرکے ان مسائل کو صحیح گردانتے ہیں۔ لیکن خدا کے نزدیک وہ صحیح نہیں ہے تکلف کا باب تو بہت وسیع ہے۔ اگر انسان چاہے تو اس کی رو سے ساری عمر بیٹھ کر ہی نماز پڑھتا رہے اور روزے بالکل نہ رکھے۔ مگر خدا اس کی نیت کو جانتا ہے جو صدق اور اخلاص رکھتا ہے۔ خدا جانتا ہے کہ اس کے دل میں درد ہے۔ خدا اسے اصل ثواب سے بھی زیادہ دیتا ہے۔ کیونکہ درد دل ایک قابل قدر شے ہے حیلہ جو آدمی تاویلوں پر تکیہ کرتے ہیں۔ لیکن خدا کے نزدیک یہ تکیہ کوئی شے نہیں۔ جب میں نے چھ ماہ کے روزے رکھے تو ایک دفعہ ایک طائفہ انبیاء کا کشف میں ملا۔ اور انہوں نے کہا کہ تو نے کیوں اپنے نفس کو اتنی مشقت میں ڈالا ہے تو باہر نکل۔ اسی طرح جب انسان خدا کے واسطے اپنے آپ کو مشقت میں ڈالتا ہے تو وہ خود ماں باپ کی طرح رحم کرکے اسے کہتا ہے کہ تو کیوں مشقت میں پڑا ہے۔ مگر جو تکلف سے اپنے آپ کو مشقت سے محروم رکھتے ہیں۔ خدا ان کو دوسری مشقت میں ڈال دیتا ہے۔ اور نکالتا نہیں اور دوسرے جو خود مشقت میں پڑتے ہیں ان کو وہ آپ نکالتا ہے۔ انسان کو واجب ہے کہ اپنے نفس پر آپ شفقت نہ کرے۔ بلکہ ایسا بنے کہ خدا اس کے نفس پر شفقت کرے۔ انسان کی شفقت اس کے نفس پر اس کے لئے جہنم ہے اور خدا کی شفقت جنت ہے"۔

(الحکم ۱۰ ردسمبر ۱۹۰۲ء)

روزہ انسان کی نجات کا موجب اور خود اس کے اپنے فائدہ کے لئے ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

"روزہ خود انسان کی نجات کا موجب اور خود اس کے اپنے فائدہ کے لئے ہے۔ یہی نہیں کہ اس سے انسان اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے کی وجہ سے اس کے فضلوں کا وارث ہوتا ہے۔ بلکہ اس کے علاوہ اس کے اندر ایسی قابلیتیں پیدا ہو جاتی ہیں جو اسے خدا تعالیٰ کے قریب کر دیتی ہیں۔ پھر جسمانی طور پر بھی اس میں فوائد ہیں۔ انسان کو دنیوی لذائذ سے بچنے کا موقعہ ملتا ہے۔ گویا یہ ایک قسم کی چلہ کشی ہوتی ہے۔ انسان عموماً ۳۰ دن چلہ کشی کرتا ہے۔ اور اپنے آپ کو ایک حد تک لذائذ سے روکتا ہے۔ اس سے اس میں روحانی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے۔ انسان کے لئے حکم ہے کہ وہ اخلاقِ الٰہیہ اپنے اندر پیدا کرے۔ جیسا کہ فرمایا۔ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ اور روزہ رکھنے سے ایک رنگ میں خدا تعالیٰ سے مشابہت پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کھانے پینے سے کلی طور پر منزہ ہے۔ لیکن انسان چونکہ کلی طور پر کھانا پینا ترک نہیں کر سکتا۔ اس لئے روزہ سے اسے اس حد تک اللہ تعالیٰ سے مشابہت پیدا کرنے کا موقعہ دیا گیا ہے۔ جس حد تک اس کے لئے ممکن ہے گویا ان دنوں میں انسان ایک رنگ میں ملائکہ سے مشابہ ہوتا ہے۔ جو مادی غذاؤں سے پاک ہیں اور ایک رنگ میں خدا تعالیٰ سے جو کھانے پینے سے کلی پاک ہے۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ روحانی وجود بھی غذا کے ایسے ہی محتاج ہوتے ہیں جیسے جسمانی کیونکہ اگر وہاں غذا ضروری نہ ہوتی۔ تو جنت میں غذاؤں کا کیوں ذکر آتا جہاں صرف روحیں ہی رہ جائیں گی۔ ملائکہ بھی غذا کھاتے ہیں مگر اور قسم کی۔ غرضکہ دنیا کا ہر چھوٹے سے چھوٹا ذرہ اور مرکب سے مرکب چیز بھی اپنے رنگ کی غذا کی محتاج ہے اور تمام مادی اور روحانی اشیاء کے لئے خوراک ضروری ہے۔ لیکن دونوں کی غذا میں فرق ہوتا ہے۔ غذا سے بالکل پاک اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ باقی چیزیں جن۔ فرشتے۔ زمین۔ آسمان۔ مردے سب غذاؤں کے محتاج ہیں۔ لیکن ہر ایک کی غذا الگ الگ ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو غذا کی محتاج نہیں۔ کیونکہ اسے فنا نہیں۔ ہر فنا ہونے والے کے لئے بدل تحلیل ضروری ہوتا ہے۔ تو روزہ کے دنوں میں غذا سے ایک حد تک اجتناب اللہ تعالیٰ سے مشابہت پیدا کر دیتا ہے۔ غذا کم ہونے سے انسان کی روحانی بصیرت تیز ہوتی ہے۔ روحانی وجودوں کی غذائیں چونکہ لطیف تر ہوتی ہیں اس لئے وہ رویتِ الٰہی کر سکتے ہیں۔"

(الفضل ۱۹ اگست ۱۹۴۵ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم عربی کلام

محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ

فَطُوبٰی لِمَنْ صَافٰی صِرَاطَ مُحَمَّدٍ — کَمِثْلِ ھٰذَا النُّوْرِ مَا بَانَ نَيِّرٌ

وَفِیْ کُلِّ اَقْوَامٍ ظَلَامٌ مُدَمِّرٌ — وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ بَدْرٌ مُنَوَّرٌ

وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ مُھْجَةُ مُھْجَتِیْ — وَمِنْ ذِکْرِہِ الْاَحْلٰی کَاَنِّیْ مُثَمَّرٌ

فَدَعْ کُلَّ مَلْفُوْظٍ بِقَوْلِ مُحَمَّدٍ — وَقَلِّدْ رَسُوْلَ اللّٰہِ تَنْجُ وَتُغْفَرُ

وَلَیْسَ طَرِیْقُ الْھُدٰی اِلَّا اِتِّبَاعُهٗ — وَمَنْ قَالَ قَوْلًا غَیْرَہٗ فَیُتَبَّرُ

وَمَنْ یَرْتَضِیْ غَیْرَ ھُدٰی رَسُوْلِنَا — فَذَالِکُمُ الشَّیْطَانُ یَعْتُوْ وَیُکْفَرُ

وَمَا نَحْنُ اِلَّا حِزْبَ رَبٍّ غَالِبٍ — اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ یَعْلُوْ وَیُنْصَرُ

(کرامات الصادقین)

○ مبارک ہو اس شخص کو جو صدق دل سے محمّد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی راہ پر گامزن ہوا۔ اس نور کی مانند اب تک کوئی آفتاب نور افشاں ظاہر نہیں ہوا

○ تمام اقوام ہلاکت خیز تاریکیوں میں گرفتار ہیں۔ اور (ان تاریکیوں کو دور کرنے والے) بدر کامل حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔

○ رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) تو میری جان کی جان ہیں اور انکی شیریں یاد سے ہی میں ثمردار ہوا ہوں۔

○ محمّد صلے اللہ علیہ وسلم کے قول کے مقابلہ میں ہر قول چھوڑ دے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تقلید کر تو تُو نجات بھی پائے گا۔ اور تیری مغفرت بھی ہوگی۔

○ انکی پیروی کے سوا ہدایت کی کوئی راہ نہیں جس نے اسکے علاوہ کوئی بات کی وہ ہلاک کر دیا جائے گا۔

○ جو شخص ہمارے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے سوا کسی امر کو تقوے سمجھے گا تو وہ شیطان ہے جو سرکشی کرتا ہے۔ وہ دھتکارا جائے گا۔

○ اور ہم تو ہمیشہ غالب رہنے والے رب کا گروہ ہیں سنو! حزب اللہ ہی مظفر و منصور ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم فارسی کلام

محامد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

اُمّی و در علم و حکمت بے نظیر — زیں چہ باشد حجتے روشن ترے
آں شرابِ معرفت دادش خدا — کز شعاعش نیر شد ہر اخترے
شُد عیاں از وَے عَلیَ الوجہ الاتم — جوہرِ انساں کہ بود آں مضمرے
ختم شد بر نفسِ پاکش ہر کمال — لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے
آفتابِ ہر زمین و ہر زماں — رہبرِ ہر اَسْوَد و ہر احمرے
مجمع البحرین علم و معرفت — جامع الاسمین ابر و خاورے
چشمِ من بسیار گردید و ندید — چشمۂ چوں دینِ او صافی ترے
سالکاں را نیست غیر از وے امام — رہرواں را نیست جز وے رہبرے

- وہ اُمّی ہو کر علم و حکمت میں بے نظیر ہے۔ اس سے زیادہ اس کی صداقت کی کیا دلیل ہوگی۔
- خدا نے اسے وہ شرابِ معرفت عطا کی جس کی شعاعوں سے ہر ستارہ نیّرہ ہے۔
- اس کے وجود سے ہی انسان کا جوہر مخفی علی وجہ الاتم ظاہر ہوا۔
- اس کے مطہر نفس پر ہر کمال ختم ہوگیا۔ بے شک وہ ہر پیغمبر کا منتہیٰ قرار پایا۔
- وہ ہر زمین اور ہر زمانہ کا آفتاب ہر اسود و احمر کا راہ نما ہے۔
- وہ علم و معرفت کا مجمع البحرین اور ابر (رحمت) اور آفتاب (ہدایت) کے ناموں کا جامع ہے۔
- میری آنکھ نے اس کے دین سے زیادہ مصفّٰی چشمہ بہت تلاش کیا مگر کہیں نہ دیکھا۔ کہیں نہ پایا۔
- سالکین کے لئے اس کے سوا کوئی امام نہیں۔ رہروؤں کے لئے اس کے سوا کوئی راہبر نہیں۔

صلی اللہ علیہ وسلم

از قلم حضرت مولوی عبد المغنی صاحب رضی اللہ عنہ

حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی رضی اللہ عنہ

(مرسلہ مولانا دوست محمد صاحب شاھد)

قبلہ حضرت مولوی برہان الدین صاحب مرحوم و مغفور اعلی اللہ درجاتہ فی الجنۃ العالیۃ میرے والد بزرگوار تھے۔ آپ نے علم حدیث دہلی میں سید نذیر حسین صاحب سے حاصل کیا۔ واپسی پر آپ نے اہلحدیث فرقہ کا قیام کیا۔ اس اثناء میں آپ کو ازحد تکالیف برداشت کرنا پڑیں۔ مگر آپ نے اشاعت توحید اور تبلیغ میں ہرگز کمزوری نہیں دکھائی۔ آخر کار اس کا یہ اثر ہوا کہ بڑے بڑے عالم اس زمانہ میں آپ کے شاگرد تھے۔ چنانچہ حافظ عبد المنان وزیر آبادی، مولوی ابراہیم سیالکوٹی، مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی مولوی محمد عرفان ڈونگا گلی۔ مولوی عبد الرحمٰن وغیرہ وغیرہ آپ کے شاگرد تھے۔ آپ کے درس میں عام طور پر ۲۰-۲۵ درویش یعنی طالب علم تعلیم پاتے تھے۔ اور وہ سب کے سب مولوی ہوتے تھے۔ بخاری، مسلم، قرآن شریف پڑھایا کرتے تھے۔ مصائب و تکالیف برداشت کرنے کے بعد آپ خدا کے فضل سے کامیاب ہوئے۔ اور ہر ایک گاؤں اور مقام پر جماعت اہلحدیث قائم کر دی۔

اہلحدیث کے زمانہ میں آپ کا اثر و رسوخ اور حلقۂ اثر دریائے جہلم کے پار۔ میرپور ریاست کشمیر علاقہ راجوری۔ علاقہ کھڑی۔ ۱۲ سے کے بعد گجرات۔ وزیر آباد۔ ایمن آباد۔ سیالکوٹ۔ مرید کے ریلوے سٹیشن کے شمال کی طرف ۱ میل فاصلہ پر ٹپیالہ دوست محمد خان کے نزدیک ایک گاؤں ہنجی ہے۔ جہلم سے لے کر وہاں تک آپ کا اثر تھا۔ اور جماعتیں قائم کیں اور انکی نگرانی کرتے تھے۔ شروع سے آپ کو اشاعت دین اسلام کا بڑا شوق تھا۔ اور آپ نے اپنی زندگی صحیح معنوں میں دین کے لئے وقف کی ہوئی تھی۔ انہیں ایام میں آپ فرنٹیر کی طرف بھی عام طور پر امام مہدی کی تلاش میں پیدل جایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک بزرگ بنام پیر صاحب کوٹھے والے تھے۔ ان کی خدمت میں رہ کر ستھ کی خدمت بطور مجاہدہ بجالایا کرتے تھے۔ تیراہ میں بھی کوئی بزرگ تھے۔ احمدیت سے پہلے آپ مجاہدین فرقہ پنجاب کے ہیڈ تھے۔ (مجاہدین وہ فرقہ تھا جو امام مہدی کی انتظار میں تھا۔ کہ جب امام مہدی آئیں گے ہم ہی ان کی فوج یا جماعت ہوں گے۔ جن کو ساتھ لے کر آپ اسلام کو غلبہ اور کفر کو شکست دیں گے۔) یہ فرقہ علاقہ فرنٹیر سے لے کر ہندوستان تک پھیلا ہوا تھا اور اس کی شاخیں ہر ایک شہر میں تھیں

آپ نے امام مہدی اور مسیح موعود علیہ السلام کی تلاش میں کئی بزرگوں کی بیعت کی مگر وہ گوہر نایاب آپ

کو کہیں بھی نہ ملا۔ آخر مولیٰ کریم کے فضل و رحم نے دستگیری کی۔ جن دنوں (۱۸۸۶ء) حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہوشیارپور میں چلّہ کرنے کے لئے تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ آپ نے حضرت صاحب کی شہرت سنکر کہ ایک بزرگ مرزا قادیان والا ہے ارادہ کیا چلو اس کی زیارت کریں اور دیکھیں کیسا ہے؟ اس غرض کے لئے جب آپ قادیان آئے۔ تو معلوم ہوا کہ مرزا صاحب ہوشیارپور میں تشریف فرما ہیں۔ قادیان سے ہوشیارپور پہنچے۔ شہر میں حضرت صاحب کا مکان تلاش کرتے ہوئے مرزا اعظم بیگ صاحب سے ملے۔ جو جہلم میں افسر مال کے عہدہ پر رہ چکے تھے۔ اور والد صاحب کے نہایت گہرے دوست تھے۔ والد صاحب نے اس سے دریافت کیا کہ آپ کا مرزا کس مکان میں رہتا ہے۔ اس نے نہایت بے رخی سے جواب دیا (پنجابی زبان میں) "شہر تیرے اگے پیا ہویا ہے کتھے ویکھ" یعنی شہر تمہارے سامنے ہے کہیں دیکھ لو۔ اور چل دیئے۔ آخر جوئندہ یابندہ۔ تلاش کرتے کرتے معلوم ہوا کہ فلاں مکان میں حضور تشریف فرما ہیں۔ مگر حویلی کا بڑا دروازہ بند رہتا ہے۔ ایک طرف چھوٹا سا نامعلوم دروازہ ہے۔ اس سے ان کے ملازم وغیرہ آتے جاتے ہیں۔ چنانچہ والد صاحب دروازہ پر پہنچے۔ دستک دی۔ ملازم آنے پر درخواست ملاقات کی۔ کہ برہان ملنا چاہتا ہے ملازم جواب لایا۔ حضور فرماتے ہیں فرصت نہیں ہے۔ دوبارہ عرض کی کہ میں دور سے آیا ہوں ضرور ملنا ہے۔ پھر جواب آیا کہ کسی اور وقت آنا۔ سہ بارہ عرض کی کہ جاکر کہو کہ برہان وہابی جہلم سے ملاقات کے لئے آیا ہے دروازے پر بیٹھا ہے ملے بغیر جائے گا نہیں۔ والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ادھر میں پیغام دے رہا تھا۔ ادھر حضور کو الہام ہوا۔ اَکْرِمْ ضَیْفَکَ (اپنے مہمان کی عزت کرو)۔ حضور نے ملازم کو آواز دی کہ آپ کو جلدی بلالو۔ اندر لے آؤ۔ چنانچہ میں اندر چلا گیا۔ اور بغور حضور کے حالات کا مطالعہ کرنے لگا حضور اس مکان کے چوبارہ میں اوپر والی منزل پر رہتے تھے۔ اور چوبارہ کے ساتھ برآمدہ بھی تھا۔ نماز باجماعت پڑھا کرتے تھے۔ صرف دو تین آدمی ہوا کرتے تھے۔ بعد نماز فرمایا کرتے جاؤ جاؤ میرے سر میں کچھ تکلیف ہے ہم واپس چلے آتے۔ میں چونکہ چھان بین کی نگاہ سے دیکھنے کے لئے گیا تھا۔ مجھے یہ معلوم ہوا کہ نوکر جب روٹی رکھ کر آتا ہے۔ تو حضور کے پاس ایک ٹوکری ہے اس میں روٹی رکھ کر بعض دفعہ باری کا دروازہ کھول کر گلی میں مانگنے والے کو لٹکا کر دیا کرتے۔ چونکہ حضور بالاخانہ میں رہتے اور میں نچلی منزل میں ہی رہتا۔ اس لئے میں نے آپ کے دن بھر کے مشاغل سے واقف ہونے کے لئے کوشش کی کہ کسی طرح معلوم ہو کہ آپ دن بھر کرتے کیا ہیں؟ آپ نے کہا کہ میں نے مکان کے ایک کونہ میں پتھر وغیرہ رکھ کر ایک اونچی جگہ بنائی جہاں سے بالائی منزل کے برآمدہ پر کچھ نظر پڑ سکتی تھی۔ یہاں میں کھڑے ہو کر دیکھا کرتا۔ بعض دفعہ تو حضور کو برآمدہ میں خالی چلتے نظر آتے۔ سر پر ترکی یعنی رومی ٹوپی ہوتی۔ بعض دفعہ سر سے ننگے بھی ہوتے اور نہایت تیز چلتے۔

اور دنیا و مافیہا کی خبر نہیں۔ والد صاحب فرمایا کرتے کہ حضور کے چلنے سے میں نے یہ قیافہ لگایا کہ اس شخص نے دور کی منزل جانا ہے۔ اور بعض دفعہ برآمدہ میں چلتے اور لکھتے نظر آتے۔ دوات، دونوں کناروں کے طاقچوں پر۔ کاغذ ہاتھ پر اور قلم سے لکھتے جاتے ہیں اور چلتے بھی جاتے ہیں۔ (جب تک کسی انسان سے بات نہ کی جائے اس کے متعلق کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کہ اس میں کیا عیب ہیں اور کیا صفات ہیں)۔

"تا مرد سخن نہ گفتہ باشد عیب و ہنرش نہفتہ باشد" والد صاحب نے کہا کہ آخر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ ان سے تبادلہ خیالات کیا جائے۔ اور ان کی علمیت اور قابلیت کا اندازہ لگایا جائے، اس کے علاوہ میں جہلم سے چل کر آیا ہوں، اگر لوگ دریافت کریں گے تو کیا جواب دوں گا۔

والد صاحب معمولی پڑھے لکھے نہ تھے۔ بلکہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ فی زمانہ لوگ حافظ اس کو کہتے ہیں جو قرآن شریف کا حافظ ہو۔ مگر محدثین کی اصطلاح میں حافظ اسے کہتے ہیں۔ جو قرآن اور حدیث دونوں کا حافظ ہو۔ آپ کو بخاری شریف حفظ تھی، اس کے علاوہ قرآن۔ حدیث۔ تفسیر۔ فقہ۔ صرف نحو۔ منطق فلسفہ عربی، فارسی پشتو۔ علم قیافہ۔ علم طب میں غرضیکہ ہر علم میں مولا کریم نے آپکو کمال بخشا ہوا تھا۔ علم کلام اور علم مناظرہ میں آپ ایسے قابل تھے کہ کوئی کتاب مناظرہ کے لئے ساتھ نہ لے جاتے۔ حدیث کے ویسے ہی حافظ تھے۔ صرف قرآن کریم اپنے پاس رکھتے۔ اور فرمایا کرتے کہ گھر سے ہتھیار لے کر دشمن کا مقابلہ نہیں کرنا چاہیئے۔ ممکن ہے ہمارا ہی ہتھیار چھین کر وہ ہم پر حملہ کر دے۔ بلکہ عقلمندی اسی میں ہے کہ دشمن کا ہتھیار چھین کر اس پر وار کیا جائے۔ یعنی جو دشمن اعتراض کرے۔ اسی کو ایسے رنگ میں الٹا کر اسی کے گلے ڈال کر جواب کا مطالبہ کرو۔ ہاں یہ بات ضرور تھی کہ آپ غریبانہ۔ فقیرانہ اور درویشانہ مذاق اور مزاج کے تھے۔

آمدم برسر مطلب، والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ تبادلہ خیالات کے لئے اجازت حاصل ہونے کے بعد پہلے دن میں نے معمولی سوال و جواب کئے۔ اور بعض احادیث پیش کیں۔ حدیثوں کے متعلق میں نے دیکھا کہ حضرت صاحب قرآن شریف کی آیات پڑھ کر کسی حدیث کو صحیح قرار دے دیتے یا ضعیف۔ یہ انوکھا استدلال دیکھ کر میں حیران ہوا۔ کہ کسی حدیث کو صحیح یا مرسل وغیرہ قرار دینا آسان کام نہیں بلکہ بہت مشکل کام ہے۔ محدثین کا طریق تو یہ ہے کہ راویوں کو دیکھا جائے۔ ان کے حالات معلوم کئے جائیں۔ یہ کیا جائے۔ وہ کیا جائے۔ مگر یہ عجیب استدلال ہے کہ یہ حدیث قرآن کے مخالف ہے لہذا ضعیف ہے۔ یہ حدیث قرآن کی تصدیق کرتی ہے یہ صحیح ہے۔ خیر پہلے دن میں کچھ شرمندہ ہو کر واپس چلا آیا۔ اور آپ کے علم قرآن کی کچھ قدر میرے دل میں بیٹھی۔ مگر رات کو جب سویا تو میرے نفس نے کہا کہ "واہ برہان! تم نے تو کسی جگہ اب

تک (کنڈ نہیں لوائی) پیٹھ نہیں دکھائی اور شکست نہیں مانی۔ مرزا صاحب نیک اور بزرگ ہیں مگر عالم ہونا اور چیز ہے۔ یہ مغل قوم کا فرد ہے کسی عالم گھرانے کا نہیں۔ پھر گاؤں کا رہنے والا نہ کہ شہر کا باشندہ اور تم نے باقاعدہ استادوں سے علوم حاصل کئے ہیں۔ اور پھر اب تک کئی میدان مارے ہیں۔ کل اتفاقیہ طور پر چند کلمات مرزا صاحب کے منہ سے نکلے جو درست آ گئے۔

چنانچہ دوسرے دن خاص تیاری کر کے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سوال و جواب شروع ہوئے میں نے دیکھا کہ حضرت صاحب نے میرے اردگرد قرآن کریم کا قلعہ لگا دیا۔ یعنی چاروں طرف قرآن کریم کی دیوار لگا دی میں حضور کی قرآن دانی سنکر اور طرز بیان سادہ جس میں قطعاً تصنع اور بناوٹ کا شائبہ نہیں تھا دیکھ کر حیران اور ششدر رہ گیا۔ میں نے باوجودیکہ تفسیر قرآن کریم کے متعلق وسیع معلومات رکھتے ہوئے اور کئی تفاسیر نظر سے گزارتے ہوئے حضرت صاحب سے قرآن کریم کی بعض آیات کے حقائق اور معارف سنے۔ تو دل عش عش کر اٹھا۔ کیونکہ تفاسیر میں اس کا عشر عشیر تو درکنار مفسرین تو اس کوچہ سے بالکل بیگانہ دیکھے۔ اسی وقت میرے دل نے فیصلہ کیا۔ بُرہان جس کی تلاش میں تم حیران و سرگردان مارے مارے پھر رہے تھے وہ گوہر مراد یہی ہے جب رات کو سویا تو پھر نفس نے سر اٹھایا اور جوش دلایا کہ کل کا دن تو دیکھو۔ چنانچہ تیسری دفعہ پھر جب سوال و جواب شروع ہوئے اور میرے ترکش میں جس قدر تیر اصول معانی، منطق، فلسفہ، صرف و نحو کے تھے استعمال کرنے شروع کئے تو حضرت صاحب نے نہایت محبت اور پیار اور سادگی سے فرمایا کہ مولوی صاحب تحقیقِ حق اور چیز ہے۔ اور ہار جیت کا خیال اور چیز ہے۔ بس حضور کا یہ فرمانا تھا کہ پھر میرے نفس نے مجھے نہایت ملامت کی۔ اور میں نے اسی وقت حضور کی خدمت میں عرض کی کہ حضور میری بیعت لیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ مجھے ابھی بیعت لینے کا حکم نہیں۔

اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں مرزا اعظم بیگ صاحب کی تلاش میں نکلا۔ جو حضرت صاحب کے رشتہ داروں میں سے تھے۔ اور میرے دوست ان دنوں سے تھے جب وہ دوران ملازمت جہلم رہ چکے تھے کہ ان سے ملاقات کرتا جاؤں۔ جب ان سے ملا تو کہنے لگے مولوی صاحب آپ بہت دنوں سے یہاں ہیں مگر ملنے کے لئے نہیں آئے۔ میں نے کہا کہ میں تو آپ کے مرزا صاحب ہی کے پاس تھا۔ بھلا آپ تو بتلائیں کہ مرزا صاحب کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ کہنے لگے کہ مرزا صاحب نہایت نیک صالح اور خدارسیدہ تھے۔ مگر افسوس اب ان کے دماغ میں نقص واقع ہو گیا ہے۔ میں نے کہا مجھے صرف پہلے فقرہ کی ضرورت تھی۔ جس کی آپ جیسے انسان سے جو ان کی برادری کا اور شریک بھائی ہو۔ اور حالات کا جاننے والا ہو گواہی مل گئی ہے کہ آپ نیک صالح اور باخدا انسان تھے اور اسی کی مجھے ضرورت تھی۔ کیونکہ قرآن کریم میں آتا ہے۔

لَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ

اور آپ کا یہ فرمانا کہ افسوس اب ان کے دماغ میں نقص واقع ہوگیا ہے۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اب میں نے اچھی طرح سے دیکھ بھال لیا ہے۔ پھر حضرت صاحب سے رخصت حاصل کرکے واپس وطن روانہ ہوئے۔

ابھی حضرت صاحب بیعت نہیں لیتے تھے اور نہ دعوےٰ مسیح موعود ہونے کا کیا تھا کہ والد صاحب نے بغیر حضرت صاحب کے بیعت کا اعلان کرنے کے جہاں جہاں تعلق اور رسوخ تھا۔ اور جہاں جہاں اہلحدیث زمانہ میں جماعتیں قائم کی تھیں تبلیغ کرتے وعظ کرتے اور پیغام دیتے تھے کہ جس امام مہدی کی تلاش تھی وہ آگیا ہے۔ بس یہ سنتے ہی حنفی تو اہلحدیث ہونے کی وجہ سے پہلے ہی دشمن تھے۔ اب اہلحدیثوں نے بھی مخالفت شروع کردی کہ ابھی تک تو اہلحدیث کے زمانہ کے مصائب اور مشکلات بصد مشکل ختم ہوئے ہیں۔ اب مولوی صاحب نے ایک اور قدم اٹھایا ہے۔ اور نئی مخالفت اور دشمنی شروع ہوگئی ہے۔ ہم تو اب تھک گئے ہیں۔ مگر آپ اپنی دُھن کے پکے تھے۔ تبلیغ اور وعظ کرنا پیغام سنانا شروع کردیا کہ دوستو یہ وہ دولت ہے جو ۱۴۰۰ سال کے بعد اللہ تعالےٰ نے عطا کی ہے۔ بزرگان سلف اسی شخص کی زیارت کی حسرت سینوں میں لئے قبروں میں دفن ہوگئے۔ اے اہلحدیث دوستو! وہ شخص جس کے متعلق منبروں پر چڑھ کر تمہیں وعظ سنائے جاتے تھے کہ امام مہدی اور عیسےٰ علیہ السلام آئیں گے اور تم بھی اس کی انتظار میں تھے۔ اس کے لئے دعائیں مانگا کرتے تھے۔ اب خدا نے فضل کیا ہے کہ وہ شخص آگیا ہے۔ چونکہ تم ہی وہ موحد اور مجاہد جماعت ہو جو اس خدمت کے لئے تیار کی گئی تھی۔ میرے لئے نہایت دُکھ اور رنج کا مقام ہوگا کہ اگر آپ ہی اس نعمت سے محروم رہ جائیں۔ ابتداء میں تو ہمیں نہایت دُکھ اور تکالیف کا سامنا تھا۔ اہلحدیث جماعت کے قیام سے خدا کے فضل سے اب جانی اور مالی طور پر آرام ہوگیا تھا۔ مگر حضرت صاحب کا نام لیتے ہی دوبارہ پھر کئی گنا مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ کیونکہ اہلحدیث زمانہ میں صرف حنفی مخالف تھے۔ مگر اب حنفی اور اہلحدیث دونوں مخالف ہوگئے جانی اور مالی دونوں رنگ میں نقصان پہنچنا شروع ہوگیا۔ مگر خدا کے فضل اور رحم نے دستگیری کی کہ پائے استقلال میں فرق نہ آیا۔ چونکہ آپ کے کام میں اخلاص اور للہیت تھی۔ مخلوق خدا کی ہمدردی اور ان کی ہدایت کا شوق تھا۔ ہر مجلس ہر جگہ ہر گاؤں میں جانا ملنا اور تبلیغ کرنا شروع کردی۔ خدا کے فضل سے ایک سے دو، دو سے چار چار سے آٹھ۔ دن دگنی اور رات چوگنی ترقی شروع ہوگئی۔ اور خدا تعالےٰ کے فضل سے دوبارہ جماعتیں قائم ہونا شروع ہوگئیں۔ جہاں پہلے اہلحدیث جماعتیں تھیں اب ان کی جگہ حضرت صاحب کو ماننے والی جماعتیں تیار ہونی شروع ہوگئیں۔ (باقی)

جناب قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے

اسلام کے متعلق احرار یورپ کے مزاج میں تبدیلی

جماعت احمدیہ کی تبلیغی مہم کے مثبت نتائج

(۲)

پروفیسر منٹگمری واٹ کے خیالات

جس مضمون کا خط میں نے ٹائن بی صاحب کو لکھا۔ قریباً اسی مضمون کا خط میں نے پروفیسر منٹگمری واٹ کو بھی بھیجا۔ پروفیسر منٹگمری واٹ ایڈنبرا میں پروفیسر ہیں۔ انہوں نے اپنا مقام مستشرقین کی صف میں خوب اچھی طرح مستحکم کر لیا ہے۔ ایک ضخیم کتاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کے متعلق۔ ایک فلسفہ جبر و قدر کے متعلق۔ ایک امام غزالیؒ کے متعلق لکھ چکے ہیں اور ایک کتاب انہوں نے تاریخ اسلام پر سوشیالوجی کے نقطۂ نظر سے بھی لکھی ہے۔ غرضیکہ اچھا نام پیدا کر لیا ہے۔ میرے خط کے جواب میں (جس میں میں نے لکھا کہ عیسائی مصنفین کو اپنی ناروا تحریروں سے بیزاری کا اظہار کرنا چاہیئے) لکھا کہ میں نے ایک فارمولا اور ایک کریڈ تجویز کیا ہے۔ اس پر یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کا آپس میں اتحاد ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ تینوں گروہ اس بات کا اقرار کریں۔ کہ وہ ابراہیمؑ یعنی ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذہب کو اپنے لئے حجت سمجھتے اور مانتے ہیں۔

"We believe in the God of Ibraham or religion of Ibraham."

مجھے واٹ صاحب کے بعض دوستوں سے معلوم ہوا کہ وہ اس فارمولے پر بہت زور دیتے ہیں اور اسے آئندہ کے لئے ایک اعلےٰ درجہ کی علمی بنیاد سمجھتے ہیں۔ جزوی اور ابتدائی تعاون اور اتحاد کے لئے ایسی تجویزیں واقعی مفید ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ جہاں خلیج بہت وسیع ہو گئی ہو وہاں تھوڑا بہت ربط یا جوڑ یا وجہ اشتراک بھی مل جائے تو غنیمت سمجھنا چاہیئے۔ بلکہ جو لوگ قوموں اور علی الخصوص مذہبی جماعتوں میں تعاون

اور جوڑ پیدا کرنے کے لئے اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ہر بات میں اتفاق یا اتحاد ہونا چاہیئے۔ وہ حقیقت اور فطرت سے بہت دُور رہتے ہیں۔ اس لئے وہ کچھ ہی کر نہیں پاتے۔

قرآن کریم کی دعوتِ اشتراک

قرآن شریف میں عیسائیوں اور یہودیوں کو دعوت دی گئی ہے کہ آؤ جن باتوں میں ہمارا اور تمہارا اشتراک ہے ان میں تم ہم ہم آہنگ ہو جائیں۔ اور جن باتوں میں اشتراک یا اتفاق نہیں ان کو بعد میں رکھیں۔ یہ کیسا عمدہ طریق اور کیسی عمدہ تکنیک اتحاد پیدا کرنے کی ہے۔ افسوس دنیا اس سے فائدہ نہیں اٹھاتی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا سنجیدگی سے اتحاد اور تعاون کی طرف قدم نہیں اٹھاتی، بلکہ اتحاد اور اتفاق کا جب مضمون اٹھایا جاتا ہے تو اس میں ایک قسم کی مینوورِنگ یعنی حیلہ بازی ہوتی ہے۔ جس سے غرض یہ ہوتی ہے۔ کہ کسی فریق کے لوگوں کو اکسایا جائے۔ جو لوگ اپنے آپ کو سچائی کا حامی سمجھتے ہیں۔ ان کے پاس اس سے بڑھ کر کوئی تدبیر نہیں کہ وہ امورِ مشترکہ میں اتحاد کے لئے فوراً تیار ہو جائیں۔

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ مشترکہ باتوں میں اتحاد اور باقی باتوں میں تجسس اور تفہیم کے لئے التوا کی تجویز ہمیشہ سنجیدہ طبقوں کی طرف سے پیش ہوا کرتی ہے۔ ایسی تجویزوں کا فائدہ بھی کوئی مانے یا نہ مانے۔ ہمیشہ سنجیدہ فرقوں یا گروہوں کو ہی ہوا کرتا ہے۔ پس منٹگمری واٹ صاحب کی تجویز اچھی ہے۔ اور ہمارا جواب یعنی مسلمانوں کا جواب یہ ہے کہ یہ تجویز پہلے سے قرآن شریف میں موجود ہے۔ بلکہ اگر واٹ صاحب عدل و انصاف سے کام لیتے۔ تو انہیں کہنا چاہیئے تھا کہ آؤ ہم اس فارمولے کو قبول کر لیں جو قرآن شریف نے پیش کیا ہے۔ خیر یہ نہ سہی ہمیں یہ ضرور یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسے فارمولے جزوی اور عارضی اتحاد پیدا کر سکتے ہیں۔ ایسا اتحاد بھی برکت کا موجب ہو سکتا ہے۔ لیکن ہمیں اس کی افادیت قبول کرتے ہوئے اور اس کی صحیح قیمت لگاتے وقت کسی قسم کا مبالغہ نہ کرنا چاہیئے۔ ایسے فارمولے کا فائدہ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک سے زیادہ فریق جن کے آپس میں رابطے کی کوئی صورت نہیں۔ گویا ان کا آپس میں تبادلہ خیالات شروع بھی نہیں ہو سکتا۔ ایسے فریقوں کے لئے ایک رابطہ۔ ایک دوسرے تک پہنچنے کا وسیلہ اور راستہ پیدا ہو جاتا ہے اگر وہ چاہیں تو آپس میں communication شروع کر سکتے ہیں۔ سو واٹ صاحب کی تجویز اچھی ہے کہ یہودی اور عیسائی اور مسلمان تعاون کی خاطر اور دنیا میں امن کی خاطر اور (اس میں یہ اضافہ کر دیا جائے کہ تلاشِ حق کی خاطر) اس بات پر جمع ہو جائیں کہ وہ سب کے سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خدا اور اس کے سکھلائے ہوئے مذہب کو مانتے ہیں۔ اور اس اشتراک کی وجہ سے وہ سب کے سب ایک دوسرے کا احترام

کرتے اور مشترکہ امور میں تعاون کرنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن یہ فارمولا پیش کرتے وقت بھی واٹ صاحب کو قرآن شریف کی پُر امن اور پُر حکمت تعلیم کا اعتراف کرنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ قرآن شریف نے ملّت ابراہیم کا محاورہ کافی کثرت سے استعمال کیا ہے۔ اور ملّتِ ابراہیم سے کیا مراد ہے۔ سوائے اس کے کہ ابراہیم کا طریق۔ ابراہیم کا نظریہ۔ ابراہیم کی آئیڈیالوجی۔ سو قرآن شریف تو پہلے سے یہ بات بیان کر رہا ہے۔ جس کی منٹگمری واٹ صاحب کے مطابق آج دنیا کو ضرورت ہے۔ پھر قرآن شریف نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویر ایک خاص لفظ میں کھینچی ہے۔ اور وہ لفظ لفظِ حَنِیْف ہے۔ حنیف کا لفظ اگرچہ کئی باریکیاں لیئے ہوگا۔ اس کا سیدھا سادہ مفہوم اردو کے لفظ فرمانبردار سے ظاہر کیا جا سکتا ہے۔ اس میں ان سب قوموں کے لئے جو ابراہیمؑ کی ذات کو اپنے لئے حجت کے طور پر ماننے کے لئے تیار ہیں ایک سبق ہے۔ اور وہ یہ کہ انسان کا اصل کام، اس کا پہلا اور آخری کام فرمانبرداری ہے۔ اسلام ابراہیمؑ کے نام پر جمع ہونے والی قوموں کو دعوت دیتا ہے کہ تم کہتے ہو کہ ابراہیم تمہارے لئے حجت ہے۔ اگر یہ درست ہے تو آؤ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ واقعی ابراہیمؑ نے جو اصول سکھائے وہ واقعی قابلِ قبول اور قابلِ عمل ہیں۔ آؤ ہم سب اس کی ملّت میں داخل ہو جائیں۔ اگر ہم سچ مچ ملّتِ ابراہیم میں داخل ہو جائیں گے تو ہمیں پتہ لگ جائے گا۔ کہ انسان کا منتہیٰ اور مقصد اور اس کی نجات خدا تعالےٰ کی فرمانبرداری میں ہے۔ اس دعوت کو قبول کریں یا نہ کریں۔ ہم اتنا جانتے ہیں کہ جو قومیں منہ سے ابراہیم ابراہیم کہتی ہیں جب عملاً ماننے کا وقت آئے گا تو ان کے لئے بہت مشکل ہوگی۔ کیونکہ ابراہیم مشرک نہ تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت کے دو پہلو

قرآن شریف میں جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر آتا ہے اور ملّتِ ابراہیم کو approval کے رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت کے دو پہلو ضرور بیان کیئے گئے ہیں ایک تو یہ کہ آپ حنیف تھے یعنی فرمانبردار۔ اور دوسرے یہ کہ آپ مشرک نہ تھے۔ اس امتحان میں کیا یہ قومیں پاس ہو سکتی ہیں؟ اس لئے قرآن شریف یہ کہہ رہا ہے کہ تم ابراہیم کی سچائی کا بے شک اقرار کرو اور کرواؤ۔ ہم تو پہلے سے وہ اقرار کر رہے ہیں۔ لیکن خیال رکھنا جب وقت آئے گا تم خود ہی منہ پھیر لوگے۔ کیونکہ ابراہیم تو کہے گا کہ جب بھی اللہ تعالےٰ کا کوئی پیغام آئے تم اس کی فرمانبرداری کرو۔ لیکن تم یہ کہو گے کہ ہم موسےٰ کے بعد کسی کلام کو نہیں مانتے۔ تم یہ کہو گے کہ ہم عیسےٰ کے بعد کسی کلام کو نہیں مانتے۔ پھر فرمانبرداری کیسی؟ اور ملّتِ ابراہیم کے اقرار کے کیا معنے؟ پھر ابراہیم علیہ السلام سے تو خدا تعالےٰ نے وعدہ کیا۔ اور تمہاری کتابوں میں یہ وعدہ درج ہے کہ خدا تعالےٰ حضرت ابراہیم کی دونوں اولادوں کو برکت دے گا۔ یعنی حضرت اسحٰق کی اولاد کو بھی اور

حضرت اسمٰعیل کی اولاد کو بھی۔ کیا یہ وعدے تورات میں درج نہیں؟ پھر کیوں تم نے دیکھا کہ حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسمٰعیل کی اولاد کے متعلق جو بشارتیں تھیں وہ کدھر گئیں؟ کیا خدا کے وعدے ایسے ہوا کرتے ہیں۔ اور یقیناً تم تاریخ سے ایسے ناواقف نہیں ہو۔ اور تاریخ ہی نہیں تمہاری اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسمٰعیل اور آپ کی والدہ کو لے کر ایک بے آب وگیاہ وادی میں چھوڑ آئے تھے۔ اور یہ اس خواب کی تعبیر تھی جو آپ نے دیکھا تھا کہ آپ اپنے ایک بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے۔ اب جو آپ کی کتابیں ہیں ان میں لکھا ہے کہ یہ بیٹا گویا اسحٰق تھا۔ حالانکہ آپ کی کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ قربان ہونے والا بیٹا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پلوٹھا بیٹا تھا۔ اور پلوٹھا بیٹا آپ کی کتابوں کے مطابق اسمٰعیل تھا نہ کہ اسحٰق۔ پھر کیا اس خواب نے بس ایسے ہی پورا ہو جانا تھا کہ چھری لے کر قربانی کی تیاری ہو۔ اور اس پر خدا تعالےٰ کہہ دے کہ بس قربانی ہو گئی۔ نہیں نہیں بلکہ آپ کی کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت اسمٰعیل کی اولاد موجودہ فلسطین کے جنوب مغرب میں آباد ہو گئی۔ ادھر تاریخ کہتی ہے کہ اس علاقے میں ایک ایسا معبد تھا جس سے زیادہ قدیم معبد دنیا میں اور کوئی نہیں۔ اور وہ معبد آج تک آباد اور پُر رونق ہے۔ تاریخ یہ بھی کہتی ہے کہ اس معبد کے اردگرد جو قوم آکر بسی وہ بنو اسمٰعیل ہے۔ اسی بنو اسمٰعیل میں سے حضرت موسےٰ کی وحی کے عین مطابق (کہ یہ بھی آپ کی کتابوں میں ہے) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور خدا کا وعدہ پورا ہوا۔ جو ابراہیم علیہ السلام سے کیا گیا تھا۔ کہ خدا بنو اسمٰعیل کو بھی برکت دے گا۔ پھر تم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا انکار کیسے کر سکتے ہو؟

غرضیکہ منہ سے ابراہیم ابراہیم کا دم بھرنا کافی نہیں اس کا پورا مفہوم قبول کرنا بھی ضروری ہے۔ اور یہ شاید بالفعل مفکرین مغرب کے لئے آسان نہ ہو۔

منٹگمری واٹ کا ایک اَور نظریہ —

سو ایک تو یہ بات منٹگمری واٹ صاحب کی ہے جو بہت دلچسپ ہے۔ اور دوسری ایک اَور بات ہے اور وہ یہ کہ ان کی تازہ کتاب "Islam and the Integration of Society" ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا اس کتاب میں واٹ صاحب نے تاریخ اسلام پر سوشیالوجی کے نقطۂ نظر سے تبصرہ کیا ہے۔ اس سے ان کی غرض تو یہ ہے کہ اسلام اور انقلاب اسلام جس سے دنیا میں بڑے پیمانے پر ایک قومی اتحاد پیدا ہو گیا۔ اس انقلاب کو کسی الہٰی تصرف اور الہٰی نصرت کا نتیجہ سمجھنے کے بجائے ہم وقت کے طبعی حالات کا نتیجہ سمجھیں۔ اگر ان کا جی چاہتا ہے تو بے شک ایسا سمجھیں۔ لیکن یہ بتائیں کہ اس سے دنیا کا کونسا مسئلہ حل ہوگا۔ مجھے منٹگمری واٹ پر سختی نہ کرنی چاہیئے۔ کیونکہ دنیا کا ایک مسلمہ انی تحقیق

سے ضرور حل ہو جائے گا۔ اور وہ یہ کہ جس طرح اسلام نے قوموں کو ایک کیا ہے۔ اس طرح اور کوئی مذہب یا فلسفہ یا آئیڈیالوجی نہیں کر سکا۔ اور نہیں کر سکے گا۔ کیونکہ وہ خود مانتے ہیں کہ جس طرح اسلام نے انسانی سوسائٹی کو جوڑا ہے بقول ان کے انٹگریٹ کیا ہے۔ اس طرح پوری تاریخ عالم میں اور کسی تحریک نے نہیں کیا۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ دنیا کو اور کیا چاہئیے؟ یہی نا کہ دنیا میں دنیا کی قوموں میں، انسان انسان میں اتحاد یا کسی درجے کے اتحاد کی صورت پیدا ہو جائے۔ سو وہ صورت اسلام نے پیدا کر کے دکھا دی۔

اسلام کا طبعی طریق اتحاد —

اب غور کیجئے کہ اسلام نے جو طبعی طریق اتحاد سکھایا اور اسے کامیاب بنا کر دکھایا۔ اس میں اصل گُر کیا ہے؟ اس میں اصل گُر یہ ہے کہ اسلام کا پیغام ساری بنی نوع انسان کے لئے ہے۔ سوشیالوجی والے کہتے ہیں کہ گروہ کی تعریف یہ ہے کہ اس کی حدود نظر آئیں۔ جو منظم جماعتیں ہوتی ہیں ان کی حدود نظر آجاتی ہیں۔ یعنی یہ نظر آجاتا ہے کہ فلاں اس گروہ میں شامل ہے یا شامل ہو سکتا ہے۔ فلاں نہیں یا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے جو بڑے بڑے گروہ مثلاً پبلک، قوم، نسل یا بنی نوع انسان ان کو سوشیالوجی والے اصطلاحی گروہ نہیں مانتے۔ لیکن خدا تعالےٰ کہتا ہے کہ ہم تمہیں بتلاتے ہیں کہ بنی نوع کیسے ایک گروہ بنتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ تم خیال کرو ایک تھیلی ہے اس میں تمام انسانوں کو، اگلوں کو پچھلوں کو، گوروں کو اور کالوں کو حاکموں کو اور محکوموں کو اٹھا لیا گیا ہے۔ اور اس تھیلی سے کوئی ایک انسان بھی باہر نہیں۔ خدا تعالےٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے تم یہ تصویر اپنے ذہن میں لے آؤ۔ اور پھر سمجھ لو بنی نوع انسان کے اس ایک گروہ کی دعوت کیا ہے جس کی طرف تم کو ہم نے بھیجا ہے۔ اس سے تم کسی ایک کو بھی کم نہیں کر سکتے۔ کسی ایک کو بھی چھوڑ نہیں سکتے۔ کیونکہ

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا (سورہ سبا)

سو اسلام انسانوں کو جمع کرنے میں اس لئے کامیاب ہوا کہ اس نے سارے انسانوں کو مخاطب کیا۔ پھر اس لئے کامیاب ہوا کہ اس نے ان سارے انسانوں کو ساری سچائیوں پر جمع کر دیا۔ کسی ایک سچائی کو بھی نہیں چھوڑا اس نے ابراہیمؑ والی سچائی کو بھی لیا۔ اسحٰقؑ والی سچائی کو بھی لیا۔ موسےٰؑ اور عیسےٰؑ والی سچائی کو بھی لیا۔ اور ان کے علاوہ اگر چین میں یا ایران میں یا ہندوستان میں یا یونان میں یا اور کسی جگہ کوئی سچائی کا پیغامبر اسے نظر آیا تو اسے بھی ماننے اور قبول کرنے کو اسلام نے لوگوں سے کہہ دیا۔ اب ایسی تعلیم انسانوں کو انٹگریٹ نہ کرے تو اور کیا کرے پس منٹگمری واٹ نے بے شک اسلام کو طبعی حالات کا ردّ عمل بتایا ہے۔ لیکن انہوں نے یہ بتا کر دنیا پر اور انسانی اتحاد کی تمنا رکھنے والوں پر احسان کیا ہے کہ اسلام کے سوا اتنے بڑے پیمانے پر اور کسی تعلیم نے کبھی بھی انسانوں

کو متحد نہیں کیا۔ یہ بہت بڑی سچائی ہے۔ اور اس سے دنیا چاہے تو بہت فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ پھر دنیا خود فیصلہ کر سکتی ہے کہ موسےٰ اور عیسےٰ اور کئی دوسرے انبیاء علیہم السلام جنہوں نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں اتحادِ انسانی کے لئے گویا کچھ بھی نہیں کیا۔ وہ تو جو کچھ کہیں خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ لیکن نعوذ باللہ محمد رسول اللہ کی تعلیم خدا کی طرف سے نہ ہو۔ ایسی اعلےٰ درجے کی تعلیم، ایسی بے مثال تعلیم جسے نہ کوئی اور نبی نہ فلاسفر پیش کر سکا بدرجہ اولےٰ خدا کی طرف سے ہے۔

ایک تیسری قسم کے مغربی مفکرین بھی ہیں اور وہ وہ ہیں جنہوں نے مسلم ورلڈ کے زویمر جیسے اور انصاف اور عقل اور اتحادِ انسانی کا خون کرنے والوں کی جگہ لے لی ہے۔ یہ لوگ بہت بدل گئے ہیں اور اپنے پچھلے ریکارڈ پر اظہارِ تاسف کرتے ہیں۔ اب بھی وہ اسلام پر نکتہ چینی کرتے رہتے ہیں لیکن اور طرز سے مسلمانوں کو اور بھی ہوشیار ہو جانا چاہیئے۔ لیکن جتنا قدم اس تیسری قسم کے مفکرین نے سلیقے اور راستی کی طرف اٹھایا ہے۔ اس کی ہمیں قدر بھی کرنی چاہیئے۔

مسلم ورلڈ کے موجودہ ایڈیٹر کو بھی قریباً اسی مضمون کا خط لکھا گیا جیسا کہ پروفیسر ٹائن بی کو اور پروفیسر منٹگمری واٹ کو۔ ایڈیٹر صاحب نے جواب میں لکھا یہ درست ہے کہ ماضی میں عیسائی نقاد افسوسناک طریق سے اسلام اور بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نکتہ چینی کرتے رہے ہیں۔ لیکن اب ایسا نہیں۔ اب ہمارا طرز کچھ اور ہے وغیرہ۔ میں نے پھر لکھا کہ اگر یہ آپ کو تسلیم ہے تو کیوں نہیں ایسی باتوں اور ایسا لکھنے والوں کی ایک فہرست شائع کر دیتے تاکہ آپ کا احساس عام طور پر لوگوں کو معلوم ہو اور آپ کی یہ خدمت تلاشِ حق اور انسانی مفاہمت اور انسانی اتحاد کی ایک خدمت متصور ہو۔ اس کے جواب میں انہوں نے لکھا کہ اس کا اب کوئی فائدہ نہیں۔

اس جواب کے بعد اور بالخصوص پروفیسر ٹائن بی اور پروفیسر منٹگمری واٹ کے خیالات معلوم کر لینے کے بعد اور یہ محسوس کرتے ہوئے کہ انہیں بھی اعتراف ہے جیسا کہ مسلمانوں کا ہمیشہ ہی اپنی تعلیم کے ماتحت یہ ایمان رہا ہے۔ کہ اب جو بھی نظامِ معتقدات اور جو بھی لائحۂ عمل دنیا کی نجات اور دنیا کی بھلائی کے لئے پیش کیا جائے۔ اس میں ساری بنی نوع انسان کے مفاد کا خیال رکھا جانا ضروری ہے۔ ایسی تعلیم کا غالب حصہ (میجر حصّہ) اتحادِ انسانی کے لئے خاص طور پر مؤثر و مفید ہونا چاہیئے۔ کیونکہ دنیا جس خطرے سے فوری طور پر دوچار ہو رہی ہے۔ وہ قوم قوم اور نسل نسل اور مذہب مذہب کا آپس کا افتراق اور آپس کا ذہنی بُعد ہے۔ مادی بُعد کم سے کم تر ہو رہا ہے لیکن ذہنی اور جذباتی بُعد پہلے کی طرح ہی نہیں بلکہ آج کی بڑھتی ہوئی سیاسی بیداری کی وجہ سے پہلے سے بھی زیادہ ہو رہا ہے۔ ایسے حالات میں ضروری ہے۔ کہ مغرب اور مشرق اور شمال اور جنوب کے مفکرین ان اعتقادی اُمُ

فلسفی اور آج کل کی اصطلاح میں آئیڈیولاجیکل بنیادوں کی فہرست مرتب کریں تا دنیا میں اتحاد کی طرف سنجیدگی سے قدم اٹھایا جا سکے۔ اگر ایسا کوئی عزم ہوجائے تو ہر مذہب اور ہر فلسفہ اپنا اپنا نظریہ اتحاد انسانی کے متعلق پیش کرتا ہوگا۔ یہودی بھی پیش کریں، عیسائی بھی پیش کریں۔ دہریہ بھی پیش کریں، ہندو بھی کریں۔ بدھ بھی کریں کوئی اور ہوں تو وہ بھی کریں۔

اسلامی تعلیم کا اعجاز

اسلام کی تعلیم میں بیان کر چکا ہوں۔ اسلام کے نزدیک انسانی ترقیات کا آخری اور انتہائی نقطہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ ہی کی طرف تمام سابق انبیاء اپنے اپنے وقت میں اشارہ کرتے چلے آئے ہیں۔

آپ ہی کی وہ تعلیم ہے جس میں تمام پیشوایان مذاہب کو جمع کیا گیا ہے۔ اسی تعلیم میں بنی نوع انسان کی پوری روحانی تاریخ میں ایک ایسا خوبصورت نظم اور ایک ایسی خوبصورت وحدت پیدا ہوتی ہے کہ اسی ایک نظم اور وحدت کے تصور سے دنیا کی تمام کدورتیں دور ہو سکتی ہیں۔ اسی تعلیم نے نسل انسانی کا شرف دلائل سے سمجھایا۔ اور اپنے عمل اور نمونے سے اس شرف کو قائم کیا۔

اسی تعلیم کا اعجاز تھا کہ اسلام اپنے دور اوّل میں ایسی ایسی قوموں اور ایسے ایسے ملکوں میں گیا اور ان میں پھیل گیا اور ان پر چھا گیا۔ جن قوموں اور ملکوں کا تمدن اور کلچر عربوں کے تمدن اور کلچر سے بہت بڑھ چڑھ کر تھا لیکن اس تمدنی اور کلچرل تفوق نے اسلام کی اشاعت میں کوئی روک نہ ڈالی کیوں؟ اس لئے کہ سچائی سچائی ہے۔ اور سچائی انسانی فطرت کی گہرائیوں میں داخل ہوجاتی ہے۔ تمدن اور کلچر کی عظمت قوموں کے دماغ میں غرور پیدا کر دیتی ہے۔ اور اسلام کے دور اوّل میں شام میں اور عراق میں اور ایران میں اور دوسرے ملکوں میں یہی صورت تھی۔ لیکن باوجود اس کے ان ملکوں میں اسلام پھیلا۔ اور ان قوموں اور ملکوں کو روحانی طور پر مغلوب کیا۔ اور ان کے تمدن اور کلچر پر اسلامی رنگ چڑھا دیا۔ اسی بات کا تکرار اسلام کے دور ثانی میں بھی ہو سکتا ہے۔

بے شک اہل مغرب اس وقت علوم و فنون میں، ایجادات میں، بود و باش میں بہت فائق ہیں اور اس فوقیت سے ان کے دلوں میں غرور بھی ہے اسی وجہ سے وہ اسلام کی سیدھی سادی باتوں کو ماننے اور سمجھنے سے ہچکچاتے ہیں اور اپنے قومی خیالات اور رجحانات کو بھی جن کی غلطی ان پر واضح ہوچکی ہوتی ہے چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ میں نے مغربی مفکرین کی جو مثالیں دی ہیں۔ ان سے یہی بات ثابت ہوتی ہے۔ لیکن سچائی کی دلیل اور اس کی کامیابی کی ضمانت سچائی آپ ہے۔ روایات اور تعصبات اور قومی

تفاخر اور قسم قسم کی روکیں بے شک ہوں لیکن انسانی فطرت میں دلیل کو ماننے کا زبردست میلان پایا جاتا ہے اور خدا کی رحمتوں میں سے یہ بھی ایک بڑی رحمت ہے کہ مخالف میلان کچھ ہوں سچی دلیل کا اثر قلب پر ضرور ہو کر رہتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ مغرب کے افق پر بھی اسلامی سچائیوں کے اعتراف کے آثار نمودار ہو رہے ہیں۔ یہی آثار ایک دن سورج بن کر چمکیں گے۔ وہی سورج جس کے مغرب میں طلوع ہونے کی خبر ہمارے زمانے کی اہم ترین خبروں میں سے ایک خبر ہے :

اسلام اور احمدیت کا مستقبل

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

۱- " اب وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ جو سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا .... قریب ہے کہ سب ملتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام۔ اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا اور نہ کند ہوگا جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کر دے۔ وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والوں اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں ملکوں میں پھیلے گی۔ اس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا۔ نہ کوئی مصنوعی خدا۔ اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا۔ لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے بلکہ مستعد روحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نور اتارنے سے۔ تب یہ باتیں جو میں کہتا ہوں سمجھ میں آئیں گی"۔ (الاشتہار مستیقناً بوحی اللہ القہار ۱۴ جنوری ۱۸۹۷ء)

۲- فرماتے ہیں :-

" دیکھو وہ زمانہ چلا آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا اس سلسلہ کی دنیا میں بڑی قبولیت پھیلائے گا۔ اور یہ سلسلہ مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب میں پھیلے گا۔ اور دنیا میں اسلام سے مراد یہی سلسلہ ہوگا۔ یہ باتیں انسان کی باتیں نہیں یہ اس خدا کی وحی ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں"۔

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۱-۹۰)

جناب شیخ مبارک احمد صاحب فاضل
قائمقام صدر مجلس انصاراللہ مرکزیہ

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بیویوں سے حسن سلوک

(۱)

ہمارے سید و مولا محبوب خدا خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہر شان میں دلربائی ہے اور آپ کا ہر وصف یکتائی کا رنگ رکھتا ہے۔ آپ نے زندگی کے ہر شعبہ کو اپنی ہدایت کے نور سے منور کیا ہے۔ اور مخلوق کے ہر طبقہ نے آپ کی رحمت سے بھرپور حصّہ لیا ہے۔ انسان کی عظمت کو آپؐ نے ہی چار چاند لگائے۔ اور عورت جو نوع انسان میں سے سب سے زیادہ کمزور اور حقیر اور سب سے زیادہ ذلیل اور راد نے سمجھی جاتی تھی۔ اور جسے بکاؤ مال گردانا جاتا تھا۔ بلکہ اسے زندہ درگور کئے جانے کے قابل سمجھا جاتا تھا اسے ہمارے سید و مولا سردار دو جہاں رحمۃً للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم نے ماں کی حیثیت سے، بیٹی کی حیثیت سے اور بیوی کی حیثیت سے عزت و رفعت کے بلند مقام پر پہنچایا اور دنیا میں پہلی مرتبہ عورت نے ماں کی حیثیت سے یہ نوید جانفزا آپؐ کی زبانِ مبارک سے سنی کہ اس کے پاؤں کے نیچے جنت ہے۔ اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ اُمَّهَاتِكُمْ اور بیٹی کی حیثیت سے یہ عزت و رفعت اور حیات بخش پیغام سنا۔ کہ جو اپنی بیٹیوں سے حسن سلوک کرے گا۔ اور ان کی تعلیم و تربیت اچھے رنگ میں کرے گا۔ تو وہ اپنے لئے جہنم سے بچاؤ اور جنت کے حصول کا ذریعہ بنالے گا اور عورت کو بیوی کی حیثیت میں آنکھوں کی ٹھنڈک، اور دل کی راحت و تسکین کا باعث قرار دے کر اس جہان آب و گل میں اسے بے نظیر عزت و عظمت کا حامل قرار دیا۔

سبحان اللہ! خدا کا یہ عظیم فرستادہ اور محبوب رسول کس شان کا مالک تھا جو دکھی انسانیت کا محسن اور اس کے لئے رحمت بن کر آیا۔ اور جس نے بیویوں کے ساتھ حسنِ معاشرت اور حسن سلوک کا معاملہ کرنے کے متعلق خدائے برتر و توانا کا زندگی بخش اعلان کرتے ہوئے فرمایا۔

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (نساء)

بیویوں سے حسنِ معاشرت کا معاملہ کرو اور ان سے اچھا سلوک کرو اور اس ارشاد ربّانی کی اتباع میں امت مسلمہ کو یہ بتایا کہ ان میں سے بہتر فرد وہی ہے جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا معاملہ کرتا اور ان سے خیر کا

برتاؤ کرتا ہے۔ اور ان سے نیکی و بھلائی کا سلوک کرتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

تم میں سے سب سے بہتر اور اچھا اور بھلا وہ آدمی ہے جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھائی اور بھلائی کا برتاؤ کرتا اور حسن معاشرت کا معاملہ کرتا ہے۔

یہ بھی آپؐ ہی کا فرمان ہے۔ خِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ (ترمذی)

تم میں سے اچھے اور بھلے لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ خیر و بھلائی کا سلوک کرتے اور حسن معاشرت کا معاملہ کرتے ہیں۔

حضور علیہ السلام نے صرف ہدایت پر ہی اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ عملاً بھی اس کی نگرانی فرمائی۔ اور جہاں بھی آپؐ کوتاہی دیکھتے اس کے متعلق اصلاحی طریق اختیار فرماتے۔ ایک بار ایک صحابی کے متعلق جو زہد و عبادت میں ہی منہمک رہتے۔ اور اپنی بیوی کے حقوق کی ادائیگی کی طرف سے غافل تھے جب یہ معلوم ہوا تو انہیں حضور علیہ السلام نے طلب فرمایا اور دریافت حال کے بعد ان سے فرمایا۔ دیکھو بھائی

وَلِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ (بخاری)

تمہاری بیوی جو تمہاری دکھ سکھ میں زندگی کی ساتھی ہے۔ اس کا بھی تم پر حق ہے، اس کے حقوق کی ادائیگی سے غفلت درست نہیں۔

بیویوں کے ساتھ حسن معاشرت اور اچھے سلوک کے سلسلہ میں ایک دفعہ حضور علیہ السلام نے ایک استفسار کے جواب میں فرمایا۔

"بیویوں کا حق خاوندوں پر یہ ہے کہ جب خود کھائے تو اس کو بھی کھلائے۔ جب خود پہنے تو اس کو بھی پہنائے۔ نہ اس کے منہ پر تھپڑ مارے نہ اس کو برا بھلا کہے۔ (ابن ماجہ)

حضورؐ نے اپنے آخری حج کے موقعہ پر جو ضروری وصایا امت مسلمہ کو ارشاد فرمائیں۔ ان میں سے ایک اہم بات اور نہایت ضروری بات بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں ارشاد فرمائی۔ آپؐ نے فرمایا

وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَاِنَّهُنَّ عِنْدَكُمْ عَوَانٌ لَا يَمْلِكْنَ لِاَنْفُسِهِنَّ شَيْئًا (سیرۃ ابن ھشام)

لوگو! عورتوں کے معاملہ میں میری خیر و بھلائی والی وصیت و نصیحت کو مانو اور اسے یاد رکھو۔ کیونکہ یہ تمہارے ہاتھوں میں قیدیوں کی طرح ہیں۔ اور اپنے لئے کسی چیز کی مقدرت نہیں رکھتیں۔ (سیرت ابن ہشام)

حضور نے بیویوں کے ساتھ حسن سلوک اور اچھا معاملہ اور حسن معاشرت کی صرف تعلیم ہی نہیں دی بلکہ حضور کی زندگی اور حضور کی سیرت طیبہ کے مکمل کوائف قلمبند کرنے والے مورخین اور سوانح نگاروں نے اس بارہ میں حضور کے اعلیٰ کردار کو ریکارڈ کیا ہے جس کو دیکھ کر تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ حضور کا اپنی پاک و مطہر بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ بے نظیر تھا۔ اور ہر لحاظ سے مثالی تھا۔

جس خوبی و عدل کے ساتھ آپ نے ارشاد ربانی کی تعمیل میں عملی نمونہ پیش کیا۔ اس کا اظہار حضور کے اس ارشاد سے واضح ہوتا ہے۔ اَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِیْ

کہ میں تم میں سے سب سے بہتر اپنے اہل یعنی بیویوں سے حسن سلوک کرنے والا ہوں۔ حضور نے انا خیرکم لاھلی فرما کر اس طرف توجہ دلائی کہ بیویوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے اور حسن معاشرت کا معاملہ کرنے میں میرے عمل کو دیکھو۔ اور میری اہلی زندگی کے مطابق اپنی اہلی زندگی بنانے کی کوشش کرو۔

حضور کی اہلی زندگی کیسی تھی۔ اور بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کس قسم کا تھا۔ اس کا نقشہ علامہ ابن قیمؒ نے چند الفاظ میں بڑی خوبی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ نہایت محبت اور حسن سلوک کا معاملہ کرتے تھے حضرت عائشہؓ کے پاس انصار کی لڑکیاں جمع ہو جاتیں۔ اور آپ ان کو حضرت عائشہؓ کے ساتھ کھیلنے کے لئے اجازت دیتے آپ کی ہر جائز خواہش کو بخوشی ادا فرماتے۔ وہ جس برتن سے پانی پیتیں۔ آپؐ بھی اس برتن سے ان کے منہ لگانے کی جگہ منہ لگا کر پانی پی لیتے جس ہڈی کو وہ چوستیں اس ہڈی کو آپ بھی لے کر چوستے۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے گھر والوں سے اچھا سلوک کرنے والا ہو۔ نماز عصر پڑھ کر آپ کا معمول یہ تھا کہ آپ تمام ازواج کے ہاں تشریف لے جاتے اور ان کی خیر و خیریت دریافت فرماتے اور پھر اُس شب جس کی باری ہوتی اس کے ہاں قیام فرماتے۔"

(زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۳۸)

ان تمام باتوں کی تصدیق روایات سے ہوتی ہے۔ جو حضور علیہ السلام کی حیات طیبہ کے اس پہلو کے حسین گوشوں کو نمایاں کرتے ہیں۔ حدیث کی مشہور کتاب نسائی میں روایت ہے۔

کَانَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ بِنِسَائِہٖ اَلْیَنَ النَّاسِ وَاَکْرَمُ النَّاسِ ضَحَّاکًا بَسَّامًا

کہ جب حضور اپنے اہل کے ساتھ خلوت میں ہوتے تو نہایت نرمی کے ساتھ ان سے معاملہ کرتے اور نرم روی کا مظاہرہ فرماتے۔ اور نہایت ہی کریمانہ برتاؤ فرماتے۔ حضور علیہ السلام تبسم اور خوش روی سے ان سے معاملہ کرتے۔

حضور علیہ السلام ان لوگوں کی طرح نہ تھے۔ جو گھر سے باہر تو لوگوں کے ساتھ بڑے خوش اخلاق اور نرم گفتگو سے پیش آتے ہیں۔ اور گھر جا کر بیوی کے ساتھ درشتی اور سختی اور بے جا رعب ڈال کر چڑچڑاہٹ کا مظاہرہ کرتے۔ اور درشت لہجہ اختیار کرتے ہیں۔ حضور علیہ السلام اس قسم کے طریق سے کوسوں سے دور تھے۔ آپ خوش خوش مسکراتے چہرے کے ساتھ اور کریمانہ انداز میں ان سے گفتگو کرتے اور سلوک فرماتے تھے بلکہ آپ کا یہ عملی طریق تھا کہ گھر میں آکر اپنی بیوی کے گھریلو کاموں میں امداد کرتے۔ اور ان کے کاموں میں ان کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ چنانچہ روایت ہے کہ

كَانَ فِيْ مِهْنَةِ اَهْلِهٖ يَعْنِيْ خِدْمَةِ اَهْلِهٖ

کہ حضور اپنے گھر کے کام کاج میں بیویوں کی امداد کرتے اور ساتھ ہو کر ان کے کاموں کو انجام دیتے۔ حتیٰ کہ چھوٹے چھوٹے کاموں میں بھی حضور ان کی امداد فرماتے اور حد درجہ شفقت کا معاملہ فرماتے۔ ایک دفعہ ازواج مطہرات حضور کی ہم سفر تھیں۔ ایک حبشی خادم سواری کے اونٹوں کو ہانکنے پر مقرر تھا۔ اس نے ان اونٹوں کو جن پر ازواج مطہرات سوار تھیں تیز ہانکنا چاہا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا۔　اَلْقَوَارِيْرَ اَلْقَوَارِيْرَ

بھئی دیکھو یہ آبگینے ہیں ان کے آرام کا پورا خیال رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ تیز چلنے سے ان کو تکلیف پہنچے۔

حضور علیہ السلام کو ازواج مطہرات کی دلداری کا بھی بہت خیال تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ چند حبشی حرم نبوی کے قریب تلواروں سے کھیل رہے تھے۔ حضور علیہ السلام دروازے میں کھڑے ہو گئے اور حضرت عائشہ رضؓ کو بلا کر اوٹ میں کھڑا کیا اور جنگی کھیل انہیں دکھایا۔

ایک بار حضور علیہ السلام نے حضرت عائشہ رضؓ سے دوڑ کا مقابلہ کیا۔ حضرت عائشہ اس دوڑ میں حضور علیہ السلام سے آگے نکل گئیں۔ حضرت عائشہ رضؓ بیان کرتی ہیں۔

سَابَقْتُهٗ فَسَبَقْتُهٗ

کہ حضور سے دوڑ کے مقابلہ میں مَیں سبقت لے گئی۔

کچھ عرصہ گزرنے پر پھر حضور کا اور حضرت عائشہ رضؓ کا دوڑ کا مقابلہ ہوا۔ اب حضرت عائشہ رضؓ کچھ بھاری ہو گئی تھیں۔ اس لئے مقابلہ میں رہ گئیں۔ اور حضور علیہ السلام آگے نکل گئے۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا۔　تِلْكَ بِتِلْكَ

یعنی یہ اس دن کا بدلہ ہے چلو حساب برابر ہو گیا۔

پھر روایات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ عید کے دن حضرت عائشہ رضؓ کی سہیلیاں اور ہم عمر لڑکیاں آکر

حرم نبوی میں گیت گانے لگیں۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق تشریف لے آئے۔ اور بچیوں کو گانے سے منع کیا۔ مبادا کہ حضور علیہ السلام کے آرام میں خلل ہو۔ مگر حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ بچیوں کو گانے کی اجازت ہے۔ آج عید اور خوشی کا دن ہے۔

حضور کی اس شفقت اور کریمانہ سلوک کی وجہ سے ازواج مطہرات بے تکلفی میں حضور سے بحث بھی کر لیتی تھیں اور بعض اوقات بحث میں قدرے گرما گرمی بھی ہو جاتی تھی۔ روایات میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی حضور کے ساتھ کسی مسئلہ پر گفتگو کر رہی تھیں۔ اور گفتگو بحث کا رنگ اختیار کر گئی۔ حضرت عائشہ رضی کی آواز قدرے بلند ہو گئی۔ اتفاقاً آپ کے والد بزرگوار حضرت ابوبکر صدیق رضی عین اس وقت تشریف لے آئے۔ اور ان کے کانوں میں بھی حضرت عائشہ رضی کی بلند آواز پڑ گئی۔ عاشق رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی سخت ناراض ہوئے اور ناراضگی کی حالت میں آگے بڑھے۔ تا حضرت عائشہ رضی کو سرزنش کریں مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فوراً درمیان میں حائل ہو گئے۔ اور حضرت ابوبکر رضی کو منع فرمایا۔

بے تکلفی میں کبھی ناراضگی بھی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت عائشہ رضی سے فرمایا۔ اے عائشہ جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو مجھے فوراً معلوم ہو جاتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی نے عرض کیا حضور کیسے؟ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم کسی بات پر قسم کھاتی ہو تو کہتی ہو۔ لَا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ محمد کے رب کی قسم۔ لیکن جب تم ناراض ہوتی ہو تو پھر تم کہتی ہو۔ لَا وَرَبِّ اِبْرَاهِيْمَ۔ ابراہیم کے رب کی قسم حضرت عائشہ نے جب یہ بات حضور علیہ السلام سے سنی تو مسکرا دیں اور کہنے لگیں۔ مگر حضور آپ کی محبت سے دل لبریز ہوتا ہے۔

سبحان اللہ یہ کیسی ناراضی اور خفگی ہے کہ دونوں طرف دلی محبت و پیار سے اور شفقت و احترام کے جذبہ سے معمور ہیں۔ یہاں یہ بیان کر دینا مناسب ہے کہ اگرچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی سے بہت محبت تھی مگر یہ محبت دیگر ازواج مطہرات کے حقوق اور ان کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت اور حسن معاشرت پر ہرگز ہرگز اثر انداز نہ ہوتی تھی۔ تمام ازواج مطہرات سے ہی حضور کو پیار تھا۔ اور ان میں سے ہر ایک کا اپنا اپنا نیکی کا ایک رنگ اور ایک خاص انداز تھا۔ جس کے باعث آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک ان کے لئے محبت و الفت کے جذبات سے معمور تھا۔ کئی واقعات اس حقیقت کو آشکارا کرتے ہیں جنہیں تاریخ نے محفوظ کیا ہے۔

چنانچہ ایک بار حضرت عائشہ رضی کی زبان مبارک سے ام المومنین حضرت صفیہ رضی کے بارے میں پستہ قد کا لفظ نکل گیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے علم میں جب یہ بات آئی تو آپ ناراض ہوئے اور فرمایا۔

"اے عائشہؓ تم نے ایسا لفظ بولا ہے کہ اگر اسے سمندر میں ڈال دیا جائے تو وہ اسے بھی کڑوا کر دے۔"

حضرت عائشہؓ کو جب حضور کی ناراضگی محسوس ہوئی تو آپ کو بہت ہی افسوس ہوا۔

حضورؐ خدا کے برگزیدہ نبی تھے اور معلّم اخلاق بھی۔ آپ ظاہر میں حسن سلوک کے ساتھ ساتھ ازواج مطہرات کی روحانی اور اخلاقی اقدار کی برتری کو قائم رکھنے کا بھی پورا خیال رکھتے۔ چنانچہ ایک دفعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ دوران سفر حضرت صفیہؓ کا اونٹ بیمار ہو کر مر گیا حضرت زینبؓ کے پاس زائد اونٹ تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اونٹ صفیہ کو دے دو۔ حضرت زینبؓ کی زبان مبارک سے نکل گیا۔ کہ کیا اس یہودن کو اپنا اونٹ دے دوں۔ یہ سنکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سخت ناراض ہوئے۔ کچھ عرصہ تک حضرت زینبؓ سے آپؐ نے کلام نہ کیا۔ اس پر حضرت زینبؓ سخت نادم ہوئیں۔ اور کہا کہ آئندہ کبھی ایسی بات زبان پر نہ لاؤں گی۔ حضور فوراً ایسے موقعہ پر نہایت مناسب انداز میں اصلاح فرما دیتے۔

اسی طرح ایک بار حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے حضرت صفیہؓ کو طعنہ دیا کہ ہم تم سے افضل ہیں کیونکہ ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے ہیں۔ یعنی قریشی النسل ہیں۔ اس پر حضرت صفیہؓ رونے لگیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جب علم ہوا تو آپؐ نے دلجوئی کرتے ہوئے فرمایا۔

اے صفیہؓ وہ تمہارا مقابلہ کیسے کر سکتی ہیں۔ تم نبی کی بیٹی۔ نبی کی بھتیجی اور نبی کی بیوی ہو۔ تمہارے والد یعنی جد امجد حضرت موسےٰ علیہ السلام ہیں۔ تمہارے چچا حضرت ہارون ہیں اور محمد (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) تمہارے شوہر ہیں۔ تمہارا مقابلہ کون کر سکتا ہے۔ اور کون تمہارا ہم پلہ ہو سکتا ہے؛ حضور علیہ السلام سے شفقت و الفت اور حقیقی دلجوئی سے بھرپور یہ الفاظ سنکر حضرت صفیہؓ بہت خوش ہوئیں؛

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حسن معاشرت کا ہی یہ کرشمہ تھا کہ سب کی سب ازواج فدائیت کا کامل نمونہ تھیں۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مرض الموت میں حضرت صفیہؓ نے کہا کہ اے کاش آپ کی بیماری مجھے لگ جائے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ سنکر باقی ازواج کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ صفیہؓ واقعی دل سے یہ بات کہہ رہی ہے۔

(باقی)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ

جناب مسعود احمد خان صاحب دہلوی ایڈیٹر الفضل

بدرسوم اور اُن سے بچنے کی اہمیت

بد رسوم سے بچنا اس لئے ضروری ہے کہ دین بگڑتا ہی بدرسوم کی وجہ سے ہے۔ ابتداء میں بعض رسموں کو معمولی اور بے ضرر سمجھ کر اختیار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا جاتا لیکن جب وہ ایک دفعہ رائج ہو جائیں تو پھر وہ کچھ اس طرح جڑ پکڑ جاتی ہیں کہ دین تو رخصت ہو جاتا ہے اور رسمیں ہی رسمیں باقی رہ جاتی ہیں۔ اس لئے دین کی حفاظت کی خاطر رسموں سے بچنا ازحد ضروری ہے۔

رسموں سے بچنے کے لئے اس امر کو بنیادی اہمیت حاصل ہے کہ ہمیں معلوم ہو اور ہم اس بات سے اچھی طرح باخبر ہوں کہ دین کسے کہتے ہیں اور رسم سے کیا مراد ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے دین اور رسم کے فرق کو واضح کرنے کے لئے ہمیں دو خاص حکم دیئے ہیں۔

سو پہلا حکم جس کا تعلق دین سے ہے یہ ہے کہ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (النساء آیت ۶۰)

ترجمہ:- اے مومنو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو اور ان کی اطاعت کرو جنہیں اللہ نے تم میں سے صاحبِ امر بنایا ہے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ زندگی کے وہ کام اور وہ افعال جن کے کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور جن کا کرنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء کی سنت سے ثابت ہے ان کے مجموعہ کا نام دین ہے انہیں اسی طرح بجالانا جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء نے انجام دیا ضروری ہے۔

دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے ایک اور حکم بھی دیا ہے اور وہ یہ ہے:-

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

(البقرہ آیات ۲۰۹، ۲۱۰)

ترجمہ۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم سب کے سب (اللہ اور رسولؐ کی پوری پوری فرمانبرداری کے دائرہ) میں آجاؤ۔ اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو۔ وہ یقیناً تمہارا کھلا کھلا دشمن ہے۔ اور اگر تم باوجود اس کے کہ تمہارے پاس کھلے کھلے نشان آتے ہیں ڈگمگا گئے (یعنی اگر تم نے اللہ اور رسولؐ کی بجائے شیطان کی پیروی شروع کردی) تو جان لو کہ اللہ یقیناً غالب اور حکمت والا ہے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ وہ تمام کام اور طریقے جنہیں انجام دینے اور اختیار کرنے کا نفسانی خواہشات کی شکل میں شیطان حکم دیتا ہے اور جو سراسر اللہ اور رسولؐ کے واضح احکام کے خلاف ہیں۔ ان کے مجموعے کا نام رسوم ہے۔

اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو دین اور رسوم دو متضاد چیزیں ہیں۔ جو لوگ دین پر عمل پیرا ہوں وہ رسوم کے قریب بھی نہیں پھٹکتے۔ اور جو رسوم کے پابند ہوں وہ کبھی دیندار نہیں ہوسکتے۔

اب چونکہ رسوم اختیار کرنے سے دین اپنی اصل حالت میں قائم نہیں رہتا۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے خبردار فرمایا ہے کہ جو لوگ رسوم کے گرویدہ ہوکر دین کی ہیئت کو بدلنے کی کوشش کریں گے۔ وہ میرے عتاب سے بچ نہیں سکیں گے چنانچہ فرمایا۔

وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (البقرہ آیت ۲۲)

ترجمہ۔ اور جو شخص اللہ کی کسی نعمت کو بعد اس کے کہ وہ اسے حاصل ہوجائے (اور وہ اس کی حقیقت کو سمجھ چکا ہو) بدل ڈالے تو (وہ یاد رکھے کہ) اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

مومنوں کے لئے اللہ کے دین سے بڑی نعمت اور کوئی نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا اس آیت میں دین کو چھوڑ کر یا حسب منشاء اسے بدل کر خلاف اسلام رسوم و رواج اختیار کرنے والوں کو تنبیہہ کی گئی ہے۔ اس ارشاد خداوندی کے پیش نظر ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَشَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ۔

مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ

اے لوگو! سن لو کہ بہترین تعلیم وہ ہے جو خدا کی پاک کتاب قرآن کریم میں ہے اور بہترین طریق جو کامیابی کا طریق ہے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور بدترین باتیں وہ رسمیں اور بدعات ہیں جو میری سنت کو چھوڑ کر لوگ اپنی طرف سے بنا لیتے ہیں۔ یاد رکھو ہر رسم اور بدعت ضلالت ہے اور

اور ہر ضلالت کا انجام دوزخ ہے۔"

چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسلام کو دوبارہ زندہ کرنے اور دنیا میں اسے غالب کرنے کی غرض سے اللہ تعالےٰ کی طرف سے مبعوث ہوئے تھے اس لئے آپ نے بھی اس آخری زمانہ میں ان رسوم کے خلاف زبردست جہاد کیا جو گزشتہ تیرہ سو سال کے دوران دین میں داخل کر دی گئی تھیں اور جن کی وجہ سے اسلام کو بدل کر رکھ دیا گیا تھا۔ لہٰذا ضروری تھا کہ آپ دین کو غیر اسلامی رسموں اور بدعات سے پاک کرکے اسے اس کی اصلی حالت میں پیش کرتے اور اپنی جماعت کو اس پر عمل پیرا کرا کے صحیح اور حقیقی اسلام کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرنے کا اہتمام فرماتے۔ چنانچہ آپ نے ۱۸۸۹ء میں سلسلہ بیعت کا آغاز فرمانے سے قبل دس شرائطِ بیعت شائع فرمائیں۔ ان میں چھٹی شرط یہ تھی۔

"بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کر لیوے کہ اتباعِ رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قال اللہ اور قال الرسولؐ کو اپنے ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔"

اس کے بعد حضور علیہ السلام رسوم سے بچنے اور خالص اسلام پر عمل کرنے کی مسلسل تلقین فرماتے چلے گئے۔ مثال کے طور پر آپ نے رسوم و بدعات سے بچنے اور قرآن مجید کے احکام اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سنّت پر پورا پورا عمل کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا :-

"خدا کے محبوب بننے کے واسطے صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہی ایک راہ ہے۔ اور کوئی دوسری راہ نہیں کہ تم کو خدا تعالےٰ سے ملا دے۔ انسان کا مدعا صرف اس ایک واحد لاشریک خدا کی تلاش ہونا چاہیئے۔ شرک اور بدعت سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ رسوم کا تابع اور ہوا و ہوس کا مطیع نہ بننا چاہیئے۔ دیکھو میں پھر کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سچی راہ کے سوا اور کسی طرح انسان کامیاب نہیں ہو سکتا اور صرف ایک ہی قرآن شریف اس پر نازل ہوا ہے جس کی تابعداری سے ہم خدا کو پا سکتے ہیں۔" (الحکم ۱۰ مارچ ۱۹۰۳ء)

پھر آپ نے یہ بھی واضح فرمایا کہ وہ لوگ جو شریعت کی حد بندیوں کو توڑ کر رسوم کی پابندی اختیار کرتے ہیں وہ بہت بڑے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ وہ یہ نہ بھولیں کہ رسوم کی پابندی کرنے سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک لازم آتی ہے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا :-

"قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ اللہ تعالےٰ کے

خوش کرنے کا اب یہی طریقہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سچی فرمانبرداری کی جاوے دیکھا جاتا ہے کہ لوگ طرح طرح کی رسومات میں گرفتار ہیں۔ کوئی مرجاتا ہے تو طرح طرح کی بدعات اور رسومات کی جاتی ہیں۔ حالانکہ چاہیئے کہ مردہ کے حق میں دعا کریں۔ رسومات کی بجاآوری میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صرف مخالفت ہی نہیں ہے بلکہ ان کی ہتک بھی کی جاتی ہے اور وہ اس طرح سے کہ گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام کو کافی نہیں سمجھا جاتا۔ اگر کافی خیال کرتے تو اپنی طرف سے رسومات گھڑنے کی کیوں ضرورت پڑتی۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۴۲)

پھر آپ نے اپنے متبعین کو خبردار فرمایا کہ اگر تم رسوم سے بکلی پرہیز کرتے ہوئے اسلام کی حقیقی تعلیم کا نمونہ پیش نہیں کروگے۔ تو آئندہ نسلوں کو تباہ کرنے کی ذمہ داری تم پر عائد ہوگی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:۔

"آنے والی نسلیں تم لوگوں کا منہ دیکھیں گی اور تمہارے نمونہ کو دیکھیں گی۔ اگر تم پورے طور پر اپنے آپ کو اس تعلیم کا عامل نہ بناؤ گے تو گویا آنے والی نسلوں کو تباہ کروگے۔ . . . . .

(اسی طرح) ہر ایک اجنبی جو تم کو ملتا ہے وہ تمہارے منہ کو تاڑتا ہے۔ اور تمہارے اخلاق، عادات، استقامت اور پابندئ احکامِ الٰہی کو دیکھتا ہے کہ کیسے ہیں۔ اگر عمدہ نہیں تو تمہارے ذریعہ ٹھوکر کھاتا ہے۔ پس ان باتوں کو یاد رکھو۔" (ملفوظات جلد ششم صفحہ ۲۶۴ و صفحہ ۲۶۵)

اس قسم کی بے شمار عمومی نصائح کے علاوہ جن میں مرد اور خواتین دونوں ہی آپ کے مخاطب ہوتے تھے حضور علیہ السلام نے ایک اشتہار خاص طور پر عورتوں کو مخاطب کرکے رقم فرمایا جس میں بعض بد رسوم اور بدعات کا ذکر کرکے جو بالعموم عورتوں میں رائج تھیں انہیں ان سے بچنے کی نہایت پُر زور الفاظ میں تلقین فرمائی۔ حضورؑ کا یہ اشتہار جو آپ نے "اشتہار بغرض تبلیغ و انذار" کے زیر عنوان رقم فرمایا۔ بد رسوم اور بدعات کے خلاف جہاد کے ضمن میں بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے ایک ایک لفظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور نے یہ اشتہار بڑے ہی دکھ اور درد کے ساتھ لکھا ہے اور یہ کہ حضورؑ کے دل میں شدید تڑپ تھی کہ عورتیں ان رسوم اور بدعات سے جن میں وہ پھنسی ہوئی ہیں آخرت کی جوابدہی کے خوف سے کلی طور پر باز آجائیں۔ حضور نے اس اشتہار میں رقم فرمایا۔

"چونکہ قرآن شریف و احادیث صحیحہ نبویہ سے ظاہر و ثابت ہے کہ ہر ایک شخص سے اپنے کنبہ کی عورتوں وغیرہ کی نسبت جن پر کسی قدر اختیار رکھتا ہے۔ سوال کیا جائے گا کہ آیا بے راہ چلنے کی حالت میں اس نے ان کو سمجھایا اور راہ راست کی ہدایت کی یا نہیں؟ اس لئے میں نے قیامت کی بازپرس سے ڈر کر

مناسب سمجھا کہ ان مستورات اور دیگر متعلقین کو (جو ہمارے رشتہ دار واقارب و واسطہ دار ہیں) ان کی بے راہ رویوں اور بدعتوں پر بذریعہ اشتہار کے خبردار کریں۔۔۔۔ اب چونکہ موت کا کچھ اعتبار نہیں اور خداتعالیٰ کے عذاب سے بڑھ کر کوئی عذاب نہیں۔ اس لئے ہم نے ان لوگوں کے بُرا ماننے اور بُرا کہنے اور ستانے اور دکھ دینے سے بالکل لاپرواہ ہو کر محض ہمدردی کی راہ سے حق نصیحت پورا کرنے کے لئے بذریعہ اس اشتہار کے ان سب کو اور دوسرے مسلمان بہنوں اور بھائیوں کو خبردار کرنا چاہا۔ تا ہماری گردن پر کوئی بوجھ باقی نہ رہ جائے۔ اور قیامت کو کوئی یہ نہ کہہ سکے۔ کہ ہم کو کسی نے نہیں سمجھایا۔ اور سیدھا راہ نہیں بتایا۔

سو آج ہم کھول کر بآواز بلند کہہ دیتے ہیں کہ سیدھا راہ جس سے انسان بہشت میں داخل ہوتا ہے یہی ہے کہ شرک اور رسم پرستی کے طریقوں کو چھوڑ کر دین اسلام کی راہ اختیار کی جائے اور جو کچھ اللہ جل شانہ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کی ہے اس راہ سے نہ بائیں طرف پھیریں نہ دائیں طرف۔ اور ٹھیک ٹھیک اسی راہ پر قدم ماریں اور اُس کے برخلاف کسی راہ کو اختیار نہ کریں۔ لیکن ہمارے گھروں میں جو بدرسمیں پڑ گئی ہیں اگرچہ وہ بہت ہیں۔ مگر چند موٹی موٹی رسمیں بیان کی جاتی ہیں تا نیک بخت عورتیں خداتعالےٰ سے ڈر کر ان کو چھوڑ دیں اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ ماتم کی حالت میں جزع فزع اور نوحہ یعنی سیاپا کرنا اور چیخیں مار کر رونا اور بے صبری کے کلمات منہ پر لانا۔ یہ سب ایسی باتیں ہیں جن کے کرنے سے ایمان کے جانے کا اندیشہ ہے اور یہ سب رسمیں ہندوؤں سے لی گئی ہیں۔۔۔۔۔ کسی عزیز اور پیارے کی موت کی حالت میں مسلمانوں کے لئے قرآن شریف میں یہ حکم ہے کہ صرف اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن کہیں یعنی خدا کا مال اور ملک ہیں اسے اختیار ہے کہ جب چاہے اپنا مال لے لے۔ اور اگر رونا ہو تو صرف آنکھوں سے آنسو بہانا جائز ہے اور جو اس سے زیادہ ہے وہ شیطان سے ہے۔

۲۔ دوم برابر ایک سال تک سوگ رکھنا اور نئی نئی عورتوں کے آنے کے وقت یا بعض خاص دنوں میں سیاپا کرنا اور باہم عورتوں کا سر ٹکرا کر چلا کر رونا اور کچھ کچھ منہ سے بھی بکواس کرنا پھر برابر ایک برس تک بعض چیزوں کا پکانا چھوڑ دینا اس عذر سے کہ ہمارے گھر میں یا ہماری برادری میں ماتم ہو گیا ہے۔ یہ سب ناپاک رسمیں ہیں اور گناہ کی باتیں ہیں جن سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

۳۔ سوم سیاپا کرنے کے دنوں میں بے جا خرچ بھی ہوتے ہیں۔ حرام خور عورتیں، شیطان کی بہنیں جو دور دور سے سیاپا کرنے کے لئے آتی ہیں اور مکر و فریب سے منہ کو ڈھانک کر اور بھینسوں کی طرح ایک

دوسرے سے ٹکرا کر چیخیں مار کر روتی ہیں۔ ان کو اچھے اچھے کھانے کھلائے جاتے ہیں اور اگر مقدور ہو تو اپنی شیخی اور بڑائی جتانے کے لئے صدہا روپے کا پلاؤ اور زردہ پکا کر برادری وغیرہ میں تقسیم کیا جاتا ہے اس غرض سے کہ تا لوگ واہ واہ کریں کہ فلاں شخص نے مرنے پر اچھی کرتوت کر دکھائی اچھا نام پیدا کیا سو یہ سب شیطانی طریق ہیں جن سے توبہ کرنا لازم ہے۔

۴۔ اگر کسی عورت کا خاوند مر جائے تو گو وہ عورت جوان ہی ہو دوسرا خاوند کرنا ایسا بُرا سمجھتی ہے جیسا کہ کوئی بڑا گناہ ہوتا ہے۔ اور تمام عمر بیوہ اور رانڈ رہ کر یہ خیال کرتی ہے کہ میں نے بڑے ثواب کا کام کیا ہے۔ اور پاک دامن بیوی ہوگئی ہوں۔ حالانکہ اس کے لئے بیوہ رہنا سخت گناہ کی بات ہے۔ عورتوں کے لئے بیوہ ہونے کی حالت میں خاوند کر لینا نہایت ثواب کی بات ہے۔ ایسی عورت حقیقت میں بڑی نیک بخت اور ولی ہے۔ جو بیوہ ہونے کی حالت میں بُرے خیالات سے ڈر کر کسی سے نکاح کر لے اور نابکار عورتوں کے لعن طعن سے نہ ڈرے۔ ایسی عورتیں جو خدا اور رسولؐ کے حکم سے روکتی ہیں خود لعنتی اور شیطان کی چیلیاں ہیں جن کے ذریعہ سے شیطان اپنا کام چلاتا ہے۔ جس عورت کو اللہ اور رسولؐ پیارا ہے اس کو چاہیئے کہ بیوہ ہونے کے بعد کوئی ایماندار اور نیک بخت خاوند تلاش کرے اور یاد رکھے کہ خاوند کی خدمت میں مشغول رہنا بیوہ ہونے کی حالت کے وظائف سے صدہا درجہ بہتر ہے۔

۵۔ ہماری قوم میں یہ بھی ایک نہایت بد رسم ہے کہ دوسری قوم کو لڑکی دینا پسند نہیں کرتے بلکہ حتی الوسع لینا بھی پسند نہیں کرتے۔ یہ سراسر تکبر اور نخوت کا طریق ہے۔ جو سراسر احکام شریعت کے برخلاف ہے بنی آدم سب خدا تعالیٰ کے بندے ہیں۔ رشتہ ناطہ میں صرف یہ دیکھنا چاہیئے کہ جس سے نکاح کیا جاتا ہے وہ نیک بخت اور نیک وضع آدمی ہے۔ اور کسی ایسی آفت میں مبتلا نہیں جو موجب فتنہ ہو۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام میں قوموں کا کچھ بھی لحاظ نہیں۔ صرف تقوےٰ اور نیک بختی کا لحاظ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ یعنی تم میں سے خدا کے نزدیک زیادہ تر بزرگ وہی ہے جو زیادہ تر پرہیزگار ہے۔

۶۔ ہماری قوم میں یہ بھی ایک بد رسم ہے کہ شادیوں میں صدہا روپیہ فضول خرچ ہوتا ہے۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ شیخی اور بڑائی کے طور پر برادری میں بھاجی تقسیم کرنا اور اس کا دینا اور کھانا یہ دونوں باتیں عند الشرع حرام ہیں۔ اور آتش بازی چلانا اور کنجروں اور ڈوموں کو دینا یہ سب حرام مطلق ہے۔ ناحق روپیہ ضائع ہوتا ہے۔ گناہ سر پر چڑھتا ہے۔ صرف اتنا حکم ہے کہ نکاح کرنے والا بعد نکاح کے ولیمہ کرے۔ یعنی چند دوستوں کو کھانا پکا کر کھلا دے۔

۷۔ ہمارے گھروں میں شریعت کی پابندی کی بہت سستی ہے۔ بعض عورتیں زکوٰۃ دینے کے لائق ہیں اور بہت سا زیور ان کے پاس ہے۔ وہ زکوٰۃ نہیں دیتیں۔ بعض عورتیں نماز روزہ کے ادا کرنے میں بڑی کوتاہی رکھتی ہیں۔ بعض عورتیں شرک کی رسمیں بجالاتی ہیں۔ جیسے چیچک کی پوجا۔ بعض فرضی بیویوں کی پوجا کرتی ہیں بعض ایسی نیازیں دیتی ہیں جن میں شرط لگا دیتی ہیں کہ عورتیں کھاویں مرد نہ کھاوے۔ بعض جمعرات کی چوکی بھرتی ہیں۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ سب شیطانی طریق ہیں۔

ہم صرف خالص اللہ کے لیئے ان لوگوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ آؤ خدا سے ڈرو ورنہ مرنے کے بعد ذلّت اور رسوائی سے سخت عذاب میں پڑو گے اور اس غضب الٰہی میں مبتلا ہو جاؤ گے جس کا انتہا نہیں

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

خاکسار: غلام احمد از قادیان (منقول از الحکم جلد ۱۲ ۱۲۹ ۱۰ جولائی ۱۹۰۸ء)

کس قدر درد اور سوز میں ڈوبے ہوئے الفاظ ہیں، جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جماعت کے مَردوں کو بالعموم اور خواتین کو بالخصوص بد رسوم اور بدعات کی ہلاکت آفرینی سے خبردار فرمایا ہے۔ اس اشتہار کے ذریعہ حضور علیہ السلام نے احمدی خواتین کو ان تمام بدعات اور بد رسوم کو کلی ترک کرنے اور ان سے بہر طور مجتنب رہنے کی تلقین فرمائی جو مذہب کے نام پر اسلام میں داخل کر دی گئی تھیں، اور اس طرح اسلام کی پاک اور مقدس تعلیم کو مسخ کر کے رکھ دیا گیا تھا۔

حضور کو آئندہ کے متعلق بہت فکر تھی۔ آپ دیکھ رہے تھے کہ مغرب کی مادی تہذیب کی شکل میں بد رسوم اور بدعات کا ایک نیا سیلاب امڈا چلا آرہا ہے۔ اور اس بات کا سخت اندیشہ تھا کہ کہیں مغربی قوموں کی رِیس اور نقل میں بعض نئی رسوم اور نئی بدعات سرایت نہ کرنے لگیں اور آپ کے متبعین دوسروں کی دیکھا دیکھی بے پردگی اور فیشن پرستی اور عریانی وغیرہ کا اثر قبول نہ کرلیں۔ اس لیئے آپ نے قبل از وقت ہی اس خطرہ کو بھانپ کر اس بارہ میں بھی اصولی ہدایات پہلے ہی سے دے دیں جیسا کہ آپ نے جماعت کے مردوں اور مستورات کو مخاطب کر کے فرمایا:

"خبردار تم غیر قوموں کو دیکھ کر ان کی رِیس مت کرو کہ انہوں نے دنیا کے منصوبوں میں بہت ترقی کرلی ہے آؤ ہم بھی انہیں کے نقش قدم پر چلیں۔ سنو اور سمجھو کہ وہ اس خدا سے سخت بیگانہ اور غافل ہیں جو تمہیں اپنی طرف بلاتا ہے ...... اپنی جانوں پر رحم کرو اور جو لوگ خدا سے بکلی علاقہ توڑ چکے ہیں اور ہمہ تن اسباب پر گر گئے ہیں۔ یہاں تک کہ طاقت کے مانگنے کے لئے وہ منہ سے انشاء اللہ بھی نہیں نکالتے۔ ان کے پیرو مت بنو۔ خدا تمہاری

آنکھیں کھولے ......" (کشتی نوح)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس عظیم خطرہ کے پیش نظر مغربی قوموں کی ریس او تقلید کرنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا تھا اس نے مشرق میں آپ کے وصال کے بعد سر اٹھانا تھا۔ چنانچہ مغربی تہذیب کے زیر اثر پنپنے والی بد رسوم اور زندگی کے سراسر غیر اسلامی طریق جوں جوں مشرقی ممالک میں پھیلتے چلے گئے خلفائے سلسلہ عالیہ احمدیہ جماعت کو ان رسوم اور ان غیر اسلامی طریقوں کی ہلاکت آفرینی سے خبردار فرماتے رہے۔ اوّلاً سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں اس کا نوٹس لیا۔ اور پھر سیدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بد رسوم اور مغربی طرز معاشرت اور اس کی برائیوں کے خلاف جماعت میں ایک زبردست مہم جاری کی اور جماعت کے مردوں اور مستورات کو سادہ زندگی کا ایسا خوگر بنایا کہ جماعت بد رسوم اور مغربی تہذیب کے زیر اثر پنپنے والی معاشرتی برائیوں اور دیگر خرابیوں سے بچی رہی۔ اور ہماری زندگیوں کا خالص اسلامی تشخص نمایاں سے نمایاں تر ہوتا چلا گیا۔ اسی طرح سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے عہد خلافت کے اوائل ہی میں جماعت کو بد رسوم اور بدعات سے محفوظ رکھنے کی طرف خصوصی توجہ دی۔ اور متعدد خطبات اور تقاریر میں جماعت کو ان کی مضرت سے آگاہ فرما کر پوری قوت کے ساتھ ان کے خلاف جہاد کا اعلان فرمایا۔ حضور کے یہ خطبات اور تقاریر حرز جان بنانے کے قابل ہیں۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۲۲ اکتوبر ۱۹۶۶ء کو لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع میں احمدی مستورات کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"حضرت مصلح موعودؓ نے جماعت میں اور خصوصاً جماعت کی مستورات میں ایک مہم جاری کی تھی اور اس نے بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔ اور وہ مہم یہ تھی کہ جماعت بد رسوم اور بری عادتوں کو چھوڑ دے اور بے تکلف زندگی اور اسلامی زندگی گزارنے کی عادی ہو جائے۔ ایک وقت جماعت پر ایسا آیا کہ حضور اپنی کوششوں میں کامیاب ہوئے اور جماعت بد رسموں اور بد رسموں کے بد نتائج سے محفوظ ہو گئی۔ لیکن اب پھر جماعت کا ایک حصہ اس طرف سے غفلت برت رہا ہے۔ خصوصاً وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے دنیاوی مال اور دنیوی وجاہتیں عطا کی ہیں وہ بجائے اس کے کہ اپنے رب کے شکر گزار بندے بن کر اپنی زندگیوں کے دن گزارتے۔ لوگوں کی خوشنودی کے حصول کی خاطر اور اس عزت کے لئے جو حقیقت میں ذلت سے بھی زیادہ ذلیل ہے اس دنیائی عزت اور بد رسوم کی طرف

ایک حد تک مائل ہو رہے ہیں۔ یہ بد رسوم شادی بیاہ کے موقعہ پر بھی کی جاتی ہیں اور موت فوت کے موقعہ پر بھی ہوتی ہیں۔ ہمیں کلیتہً ان کو چھوڑنا ہوگا۔"

پھر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ میں بد رسوم اور بُری عادات کے خلاف باقاعدہ جہاد کا اعلان کرتے ہوئے بڑے ہی زور دار الفاظ میں فرمایا:۔

"میں ہر گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر اور ہر گھرانے کو مخاطب کر کے بد رسوم کے خلاف اعلانِ جہاد کرتا ہوں اور جو احمدی گھرانہ بھی آج کے بعد ان چیزوں سے پرہیز نہیں کرے گا اور ہماری اصلاحی کوششوں کے باوجود اصلاح کی طرف متوجہ نہیں ہوگا۔ وہ یہ یاد رکھے کہ خدا اور اس کے رسولؐ اور اس کی جماعت کو اس کی کچھ پرواہ نہیں ہے۔ اور وہ اس طرح جماعت سے نکال کر باہر پھینک دیا جائے گا۔ جس طرح دودھ سے مکھی۔ پس قبل اس کے کہ خدا کا عذاب کسی قہری رنگ میں آپ پر وارد ہو یا اس کا قہر جماعتی نظام کی تعزیر کے رنگ میں آپ پر وارد ہو اپنی اصلاح کی فکر کرو۔ اور خدا تعالیٰ سے ڈرو اور اس دن کے عذاب سے بچو کہ جس دن کا ایک لحظہ کا عذاب بھی ساری عمر کی لذتوں کے مقابلہ میں ایسا ہی ہے کہ اگر یہ لذتیں اور عمریں قربان کر دی جائیں اور انسان اس دن ایک لحظہ کے عذاب سے بچ سکے تب بھی یہ سودا مہنگا نہیں سستا سودا ہے۔"

قبل اس کے کہ میں اپنے اس مضمون کو ختم کروں۔ میں یہاں فیشن پرستی کی مذمت سے متعلق حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک بیش قیمت مضمون کا ایک ضروری اقتباس پیش کرتا ہوں۔ جو بہت قیمتی نصائح اور ہدایات پر مشتمل ہے۔ حضرت میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اس مضمون میں فرماتے ہیں:۔

"اسلام نے جہاں واجبی حد تک زینت کی اجازت دی ہے وہاں مناسب حد تک اسے کنٹرول بھی کیا ہے۔ اور ہماری جماعت کا فرض ہے کہ پوری پوری دیانت داری کے ساتھ ان پابندیوں کو ملحوظ رکھیں۔ یہ پابندیاں مختصر طور پر چند فقروں میں بیان کی جا سکتی ہیں۔

اوّل۔ کوئی ایسی زینت اختیار نہ کی جائے۔ جو سادہ زندگی کے اصول کے خلاف ہو اور جس میں عورت اپنے جسم اور اپنے لباس کو زینتوں کے ذریعہ اتنا کشش دار کر دے کہ غیر محرم شہدا اور نیک لوگوں کی آنکھیں اس کی طرف اعتراض سے اٹھیں۔

دوم۔ زینت کے معاملہ میں ایسا انہماک نہ اختیار کیا جائے کہ گویا دینی زندگی کی غرض و غا[یت ہے]

بلکہ سادہ زندگی اختیار کی جائے۔

سوم۔ جب کوئی پردہ دار عورت (اور ہر احمدی عورت پردہ دار ہی ہوتی ہے) کسی مجبوری کی وجہ سے خرید و فروخت کے لئے بازار جائے۔ یا گھر سے باہر آئے تو لپ سٹک اور چہرہ کے پوڈر وغیرہ سے پرہیز کیا جائے۔ اور باہر آتے پر پردہ کا پورا پورا التزام رکھا جائے۔

چہارم۔ برقعہ یا لباس اور اوپر اوڑھنے کی چادر بالکل سادہ ہو جس کا رنگ نہ تو شوخ اور بھڑکیلا ہو اور نہ اس پر کوئی بیل بوٹے یا نقش و نگار کا کام کیا ہوا ہو کیونکہ برقعہ (یا چادر) کی غرض زینت کو چھپانا ہے نہ کہ خود برقعہ (اور چادر) کو زینت کا ذریعہ بنانا۔

پنجم۔ نوجوان لڑکیاں جو سکولوں اور کالجوں میں پڑھتی ہیں۔ ان کے لئے خاص طور پر ضروری ہے کہ ہر قسم کی ناواجب زینت سے بچ کر سادگی اختیار کریں۔ بے شک اپنے جسم اور کپڑوں کو صاف رکھیں مگر اپنے چہروں اور لباسوں کو ہرگز مصنوعی طور پر کشش کا ذریعہ نہ بنائیں ..... تاکہ ایک طرف ان کی زندگی خدا کی نظر میں پسندیدہ ہو۔ اور دوسری طرف وہ جماعت کو بدنام کرنے والی نہ بنیں۔" (الفضل ۱۹ ستمبر ۱۹۶۲ء)

قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بیش قیمت ہدایات پیش کرنے کے بعد آخر میں میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس زمانہ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بدرسوم۔ بدعات۔ فیشن پرستی اور مغربی تہذیب کے زیر اثر سر اٹھانے والی دیگر برائیوں کے خلاف ہر دروازہ پر کھڑے ہو کر اور ہر گھرانے کو مخاطب کر کے جہاد کا اعلان فرما چکے ہیں اور جب امام وقت جہاد کا اعلان فرما دیں۔ اور بگل بج جائے تو ہر مرد اور عورت کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ پوری مستعدی اور عزم کے ساتھ جہاد میں شریک ہو۔ اس وقت کوئی ایک بھی پیچھے رہنے کا مجاز نہیں ہوتا ؛

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

" ہر ایک مشکل کے وقت قبل اس کے جو تم کوئی تدبیر کرو اپنا دروازہ بند کرو اور خدا کے آستانہ پر گرو کہ ہمیں یہ مشکل پیش ہے اپنے فضل سے مشکل کشائی فرما تب روح القدس تمہاری مدد کرے گی۔ اور غیب سے کوئی راہ تمہارے لئے کھولی جائے گی "

(کشتی نوح ص۴۷)

مجلس انصار اللہ نائیجیریا

رپورٹ کارگزاری سنہ ۱۹۷۶ء

یہ امر بڑی مسرت کا باعث ہے کہ ہماری تنظیم مجلس انصار اللہ اب دوسرے ممالک میں بھی بیدار ہوئی ہیں اور وہاں سے رپورٹیں موصول ہونی شروع ہوگئی ہیں۔ زعیم اعلیٰ مجلس انصار اللہ نائیجیریا الحاج اے بی۔ آئی گوگوئی صاحب سے سنہ ۱۹۷۶ء کی کارگزاری کی مختصر رپورٹ موصول ہوئی ہے۔ جو احباب کی دلچسپی کے لئے پیش ہے۔

دوران سال زعیم اعلیٰ نے بعض مجالس کا دورہ کیا۔ احباب کو مزید مستعدی سے کام کرنے اور اپنے فرائض کو ادا کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ دستور اساسی کی کاپیاں مختلف برانچوں کے صدران کو بھجوائی گئیں۔

ایلی ایفے میں دو تین اکتوبر سنہ ۱۹۷۶ء کو سالانہ اجتماع منعقد کیا گیا۔ اور ۳۰۰ سے زائد انصار اس اجتماع میں شریک ہوئے اس میں دیگر پروگراموں کے علاوہ چندہ مجلس کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی گئی۔ ہماری مجلس کے اراکین اتنے مستعد نہیں جتنے ہونے چاہئیں اور یہ امر خوش کن نہیں چند مجالس یا افراد نے ہی رپورٹیں بھجوائیں یا چندہ ادا کیا۔ سب سے زیادہ باقاعدہ مجلس الارو کی ہے۔

اکتوبر سنہ ۱۹۷۷ء میں سالانہ اجتماع کا پروگرام بنایا جا رہا ہے۔ اراکین کو ابھی سے اس میں شمولیت کے لئے تیار کیا جا رہا ہے اس سلسلہ میں زعیم اعلیٰ نے اجتماع خدام الاحمدیہ میں شرکت کی اور نوجوانوں کو تحریک کی کہ وہ اپنے بزرگوں کو اجتماع انصار اللہ میں شامل ہونے کی تحریک کرتے ہیں۔

یہ وہ رپورٹ ہے جو نائیجیریا سے موصول ہوئی ہے۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ پاکستان سے باہر دیگر ممالک میں جو انصار بھائی ہیں انہیں خدمت دین کی توفیق بخشے۔ اور وہ لوگ اپنے اپنے ممالک میں جلد از جلد اسلام کا جھنڈا بلند کریں تا دین مصطفیٰ جلد از جلد ساری دنیا میں پھیل جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کا نام ساری دنیا میں بلند ہو جائے ؛

(حسن محمد خان عارف قائد مجالس بیرون)

ماہنامہ رسالہ انصار اللہ

توسیع اشاعت کے سلسلہ میں آپکے تعاون کا محتاج ہے

تعمیر گیسٹ ہاؤس انصار اللہ
میں
چندہ دینے والے اصحاب

(قسط نمبر ۱۰)

مبلغ ۳۰۰ روپیہ یا اس سے زائد رقم تعمیر گیسٹ ہاؤس انصار اللہ میں ادا کرنے والے مخلص حضرات کی قسط نمبر ۱۰ درج ذیل ہے۔ گیسٹ ہاؤس کی عمارت پر نصب ہونے والی سنگ مرمر کی یادگار تختی پر ایسے تمام حضرات کے اسمائے گرامی کندہ کروائے جا رہے ہیں۔ جو احباب اپنا یا اپنے والدین یا فوت شدہ عزیز و اقارب کے نام یادگار تختی پر محفوظ کرانا چاہتے ہوں۔ ان کے لئے ابھی موقعہ ہے کہ مبلغ ۳۰۰ روپے یا اس سے زائد رقم ادا کر کے اس کار خیر میں شامل ہوں اور آنے والی نسلوں کے لئے یادگار چھوڑ جائیں۔

۱۔ مکرم الحاج ڈاکٹر ملک عطاء اللہ خان صاحب ربوہ ۔۔۔ ۳۰۰ روپے

۲۔ " نور محمد صاحب ولد عبد الرحمٰن صاحب مرحوم مارٹن روڈ کراچی ۔۔۔ ۳۰۰ "

۳۔ " مکرم حکیم محمد جمیل صاحب بمعہ والد مرحوم حکیم محمد خلیل صاحب والدہ مرحومہ کرم بی بی صاحبہ، اہلیہ مرحومہ صالحہ فاطمہ صاحبہ، پسر مرحوم لطیف احمد صاحب۔ ماموں مرحوم محمد عزیز الدین صاحب اور نانی مرحومہ عائشہ بی بی صاحبہ راولپنڈی ۔۔۔ ۱۰۰۰ روپے

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان حضرات کی قربانی کو قبول فرمائے اور ان کے اموال و نفوس میں برکت ڈالے آمین

(قائد مالی مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

۱۹۷۷ء کا بجٹ سو فیصدی ادا کرنیوالی مجالس انصار اللہ

— (قسط نمبر ۴) —

۱۹۷۷ء کا بجٹ سو فیصدی ادا کرنے والی مجالس انصار اللہ کی قسط نمبر ۴ شائع کی جا رہی ہے۔ اللہ تعالےٰ ان مجالس کے عہدیداران اور ارکین پر اپنا فضل نازل فرمائے اور اموال و نفوس میں برکت ڈالے آمین۔

ضلع	شہر	ضلع	شہر
ضلع کیمبل پور	۷۔ پچنند	ضلع سکھر	۱۔ سکھر شہر
ضلع بہاولپور	۸۔ بہاول پور شہر	ضلع تھر پارکر	۲۔ گوٹھ احمدیہ
ضلع بہاول نگر	۹۔ چک ۵۶/۴.R	" "	۳۔ جمیس آباد
ضلع ڈیرہ غازیخاں	۱۰۔ اللہ آباد	ضلع لائل پور	۴۔ چک ۲۷۲/ر ب پل
ضلع گجرات	۱۱۔ چک ۹ گربخش پور	" "	۵۔ چک ۵۵۹/ج ب احمد آباد
ضلع سیالکوٹ	۱۲۔ کوٹلی ہرنرائن	ضلع جھنگ	۶۔ احمد نگر

(نائب قائد مال مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

امتحان انصار اللہ سہ ماہی سوم

امتحان انصار اللہ سہ ماہی سوم کی تاریخ ۲۸/۳۰ اکتوبر مقرر کی گئی ہے۔ لیکن اب انہی تاریخوں میں اجتماع انصار اللہ منعقد ہوگا۔ (انشاء اللہ) اس امتحان کی تاریخ اب ۴ نومبر مقرر کی جاتی ہے زعماء / زعماء اعلیٰ انصار اللہ نوٹ فرمالیں اور ارکین کو بھی مطلع کردیں۔

(قائد تعلیم)

- روزہ کی حقیقت -

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

''روزہ کی حقیقت سے بھی لوگ ناواقف ہیں - اصل یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالم سے واقف نہیں اس کے حالات کیا بیان کرے - روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی ایک حقیقت اور اس کا اثر ہے جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے - انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے اسی قدر تزکیۂ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں خدا تعالیٰ کا منشاء اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ - ہمیشہ روزہ دار کو یہ مدنظر رکھنا چاہیئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں کہ بھوکا رہے بلکہ اسے چاہیئے کہ اس خداتعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تا کہ تبتل اور انقطاع حاصل ہو - پس روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی حاصل کرے جو روح کی تسلی اور سیری کا باعث ہے اور جو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے - انہیں چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں جس سے دوسری غذا انہیں مل جاوے -

(ملفوظات جلد نہم صفحہ ۱۲۳)

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا -